Government of Karnataka

انوارِ اُردو

Anwaar-E-Urdu

Urdu 3rd Language

Tenth 10 Standard

Part-2

اُردو زبان سوم نصابی کتاب

برائے دسویں جماعت

حصّہٗ دوّم

KARNATAKA TEXT BOOK SOCIETY (R)
6th Cross, Malleshwaram
Bengaluru - 560 003

©KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

A3I2D4

فہرست مضامین

نمبر شمار	تخلیق	صنف ادب	تخلیق کار	صفحہ نمبر
11	پیغامِ یکجہتی	نظم	سید احمد شاکرؔ	1
12	جاپان چلو جاپان چلو	سفرنامہ	مجتبیٰ حسین	5
13	مولانا محمد علی جوہر	سوانح	ماخوذ	15
14	تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں	غزل	داغؔ دہلوی	21
15	ملّا نصیرالدین کے قصّے	مزاح	ماخوذ	23
16	آنکھوں میں رہا دل میں اُتر کر نہیں دیکھا	غزل	(ڈاکٹر بشیر بدرؔ)	28
17	جہانِ علم و فن کا راہی	خاکہ	ڈاکٹر وحید انجمؔ	31
18	سلیمان خطیب	خاکہ	وہاب عندلیب	39
19	خاکِ وطن اور خونِ شہیداں	ڈراما	خلیل منظرؔ	44
20	رباعیات	رباعی	اکبرؔ الہ آبادی، فراقؔ گورکھپوری، عطاؔ کلیانوی	59

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS

سبق:11

Y1P1P8

پیغامِ یکجہتی

یکجہتی کے معنی ایکتا یا اکائی کے ہیں ۔ ہمارا ملک ہندوستان ایک ایسا ملک ہے، جہاں مختلف قوموں کے لوگ اور مختلف رنگ و نسل کے افراد مختلف زبانیں بولتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ قومیں، تہذیبیں اور زبانیں الگ الگ ہونے کے باوجود ہم سب ایک ساتھ رہتے اور بستے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمارے شعراء اور ادباء نے اس ملی جلی تہذیب، قومی یکجہتی اور امن و شانتی کے پیغام کو اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔

سید احمد شاکر نے بھی اپنی نظم ''پیغامِ یکجہتی'' کے ذریعے امن و شانتی کے علاوہ اتحاد و اتفاق سے جینے کا سبق دیا ہے، جو طلباء کے لئے مفید اور کارآمد ہو سکتا ہے۔

پیغامِ یکجہتی

مرا پیغام ہے انسانیت کا، آدمیت ، حبِ قومی کا
ملاپ اور بھائی چارہ کا ، محبت ، یکجہتی کا

مرے اہلِ وطن! سنجیدگی سے کام لینا ہے
کہ ہر رنج و مسرّت میں ہمیں مل جل کے رہنا ہے
نہیں ہرگز ہمیں جذبات کے دھارے میں بہنا ہے
یہ سوچو اس زمیں پر ہی ہمیں جینا ہے، مرنا ہے

تعصب اور عداوت کا بُرا انجام دیکھا ہے
کدورت اور نفرت کا یہی انعام دیکھا ہے
لہو انساں کا بہتے ہوئے ہر گام دیکھا ہے
یہی منظر گلی کوچوں میں صبح و شام دیکھا ہے

© TBS NOT TO BE REPUBLISHED

ہمارے باہمی جھگڑے ہمیں بدنام کرتے ہیں
ہمارے رازِ پوشیدہ کو طشتِ ازبام کرتے ہیں
مقاصد میں ہمارے یہ ہمیں ناکام کرتے ہیں
ہماری خامیوں، کوتاہیوں کو عام کرتے ہیں

ہماری زندگی کا ماحصل پیار و محبت ہو
ہماری زیست کا مقصد محبت اور الفت ہو
ہمارا مدّعا اپنے وطن کی شان وعظمت ہو
ہمارے ملک کے دستور کی دنیا میں عزت ہو

اب آؤ ایک مرکز پر تمہیں آواز دیتا ہوں
سناؤ نغمۂ وحدت، صدا اور ساز دیتا ہوں

سیداحمد شاکر

تخلیق کار:

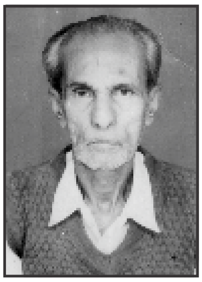

سیّداحمد شاکر، کی ولادت 1927ء میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام سید حیدر تھا۔آپ نے میسور یونیورسٹی سے اُردو میں بی۔اے (آنرز) اورایم۔اے کے امتحانات پاس کئے اور سرکاری کالج میں اُردو وفارسی کے ریڈرمقرر ہوئے۔آپ ایک فطری شاعر ہیں۔آپ کا کلام ہندوپاک کے مقتدر رسائل میں شائع ہوتا رہا ہے۔

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS

الفاظ ومعانی:

حُبِ قومی	=	قوم کی محبت	یکجہتی	=	اتفاق،ایک رنگی
کدورت	=	رنجش	گام	=	قدم
نغمہ وحدت	=	یکتائی کا گیت	ماحصل	=	نتیجہ،خلاصہ
تعصب	=	بے جاطرف داری	عدوات	=	دشمنی
طشتِ از بام کرنا	=	ظاہر کرنا،عام کرنا			

مشقیں

I. درجِ ذیل سوالات کے جواب ایک جملے میں لکھئے۔

1. پیغام یکجہتی کس شاعر کی نظم ہے؟
2. شاعر کیا پیغام دے رہا ہے؟
3. ہمارا مدّعا کیا ہونا چاہئے؟

II. درجِ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھئے۔

1. ہمیں جذبات کے دھارے میں کیوں نہیں بہنا چاہئے؟
2. شاعر نے کن کن باتوں کا بُرا انجام دیکھا ہے؟
3. وہ کونسی باتیں ہیں جو ہمیں بدنام کرتی ہیں؟
4. شاعر نے گلی کوچوں میں صبح وشام کون سا منظر دیکھا ہے؟
5. اس نظم کا کونسا بند آپ کو پسند ہے؟ اور کیوں؟

III. شاعر نے اپنی نظم ''قومی یکجہتی'' میں کن اہم باتوں کا اظہار کیا ہے؟

IV. ان الفاظ کی ضد لکھئے۔

رنج،   عداوت،   جینا،   پوشیدہ

V. واحد کی جمع اور جمع کی واحد لکھئے۔

جذبات،   ملک،   مراکز،   مقصد،   پیغامات ،   صدا،

VI. ان مصرعوں کو مکمل کیجئے۔

1. تعصب اور عداوت کا.................
2. لہو انسان کا بہتے.......................
3. ہمارے رازِ پوشیدہ........................

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

4. مقاصد میں ہمارے ....
5. ہمارا مدعا اپنے ....
6. اب آؤ ایک مرکز پر ....

قواعد

حروفِ فجائیہ:

حروف فجائیہ وہ حروف ہیں جو جوش، خوشی، غم یا کسی دوسرے جذبے کے اظہار کے موقع پر بے ساختہ نکل جاتے ہیں۔

جیسے: اُف، ماشاءاللہ، واہ واہ، آہ وغیرہ۔

حروفِ فجائیہ مختلف جذبات اور تاثرات کے لئے الگ الگ ہوتے ہیں۔

مثلاً (1) تعریف کے لئے واہ واہ، مرحبا، کیا خوب

(2) رنج یا غم کے لئے آہ، اُف، افسوس

(3) خوشی یا مسرّت کے لئے اہاہا، شاباش، اوہوا

(4) تعجب کے لئے ارے، ہائے، یہ کیا

☆☆☆

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

سبق:12

جاپان چلو جاپان چلو

T8I5M9

جولائی 1980ء کی بات ہے۔ ایک دن ہم حسبِ معمول دیر سے دفتر پہنچے تو پتہ چلا کہ خلافِ معمول ہمارے افسرِ بالا نے ہمیں یاد کیا ہے۔ ہم ہانپتے کانپتے ان کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا۔

''ہم تمہیں جاپان بھیجنا چاہتے ہیں۔ کیا تم جانے کے لئے تیار ہو؟''

ہم نے کہا سر! ''ہم جانتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں جب کسی شخص سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا تھا تو اسے سزا کے طور پر ملک بدر کر دیا جاتا تھا۔ مانا کہ ہم دفتر دیر سے آتے ہیں، لیکن یہ اتنا بڑا جرم تو نہیں کہ آپ ہمیں جاپان بھیج دیں۔ پھر جاپان سے ہم بیسیوں چیزیں اور درآمد کرتے ہیں۔ کیا اس ملک سے جاپان کو برآمد کرنے کے لئے ہم ہی ایک مناسب چیز رہ گئے ہیں۔''

بولے ''ٹوکیو میں یونسکو کے ایشیائی ثقافتی مرکز کی طرف سے پبلشنگ کا ایک تربیتی کورس اکتوبر میں منعقد ہو رہا ہے۔ ہم اپنے ادارہ سے تمہارا نام بھیج رہے ہیں۔ کبھی کبھی انتخاب میں غلطی بھی تو ہو جاتی ہے۔ کیا پتہ کہ مرکزی وزارتِ تعلیم اس کورس کے لئے تمہارا انتخاب کر لے۔''

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS

اس بات چیت کے بعد ایک مہینہ بڑی خاموشی کے ساتھ گزرا۔ایک دن دفتر میں بیٹھے کام کررہے تھے کہ ایک دوست نے آکر چپکے سے کہا ''اگر تم جاپان سے میرے لئے ایک بڑھیا ٹرانسسٹر لا سکو تو تمہیں ایک خوش خبری سنانی ہے''۔

ہم نے کہا ''ضرور سناؤ''

فرمایا ''یار ! ابھی مرکزی وزارتِ تعلیم سے اطلاع آئی ہے کہ جاپان کے دَورے کے لئے تمہارا انتخاب ہوگیا ہے۔اب تو تمہیں میرے لئے ٹرانسسٹر لانا ہی ہوگا۔یونیسکو کے مہمان ہو کوئی مذاق نہیں ہے۔ 35 دنوں تک روزانہ دس ہزار 'ین' (جاپانی سکّہ) ملا کریں گے۔''

ہم نے اپنے سفرِ جاپان کے لئے بطورِ خاص ''پان امریکن'' کے طیارے کا انتخاب کیا تھا کہ وہ دنیا کی بڑی ہوائی سروس ہے۔سفر کا مزہ آجائے گا۔پھر یہی وہ مشہور ہوائی سروس ہے جو دنیا کے گرد پورا ایک چکر لگاتی ہے۔مجھے دہلی سے بنکاک اور ہانگ کانگ ہوتے ہوئے ٹوکیو جانا تھا۔

ہانگ کانگ ملک کیا ہے۔بس ایک جزیرہ سا ہے۔اسے سمٹا ہوا دل عاشق کہہ لیجئے۔جب ہمارا طیارہ نیچے اترنے لگا تو پورا جزیرہ ہماری نظروں کے سامنے تھا، گویا وہ فلک بوس عمارتوں کو اپنی ہتھیلی میں سجائے ہوئے سمندر کی لہروں سے کھیلتا ہو۔یہاں برسوں انگریزوں کی حکمرانی رہی ہے اور اب بھی ایک اعتبار سے باقی ہے۔باشندے زیادہ تر چینی ہیں۔چینی زبان بولتے ہیں اور انگریزی پر بھی ہاتھ صاف کرتے ہیں۔یہاں سے چین کی سرحد بھی دکھائی دیتی ہے جو بڑا کاروباری مرکز ہے۔ہانگ کانگ کی رونق وہاں کے باشندوں سے نہیں بلکہ ان سیاحوں سے ہے جو آتے ہوئے اپنی جیبوں میں دولت اور دِلوں میں ارمان بھر کر لے آتے ہیں۔

ہانگ کانگ ہوائی اڈہ کے بارے میں ایک بات اور عرض کردیں کہ یہ بالکل سمندر سے متصل ہے لہٰذا جب طیارہ ہوائی اڈہ پر اترنے لگتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے طیارہ ہوائی اڈہ پر نہیں اتر رہا ہے، بلکہ سمندر میں گر رہا ہے۔ہمیں بھی اس منظر سے بڑی پریشانی ہوئی تھی۔ہانگ کانگ میں ڈھائی گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد ہمارا طیارہ ٹوکیو کی طرف روانہ ہوا۔تین گھنٹوں کی مسافت کے بعد ہم ٹوکیو کے بین الاقوامی ہوائی اڈہ

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

’نریتا، پر تھے۔ ہم نے سوچا طیارہ پر سیڑھی لگ جائے تو ہم بھی نیچے اتریں گے۔ مگر پتہ چلا کہ یہاں طیاروں کو سیڑھی لگانے کا رواج نہیں ہے۔ طیارہ خود ایک ایسے گلیارے سے جا لگتا ہے، جہاں سے آپ خود بخود چلتے ہوئے راستے پر کھڑے ہو کر کہیں بھی جا سکتے ہیں۔ یہاں آپ کو قلی نہیں ملے گا۔ اپنا سامان آپ اٹھائیے اور خود کار راستہ پر اسے رکھ کر کھڑے ہو جائیے۔ راستہ بھی چلے گا، آپ بھی چلیں گے اور سامان بھی چلے گا۔ ہم جہاں بھی جاتے ہیں، اُردو شاعری ہمارے ساتھ چلی آتی ہے۔ خود کار راستہ پر چلتے ہوئے ہمیں شاہد صدیقی مرحوم کا ایک شعر یاد آ گیا۔

ایک پل رکنے سے دُور ہوگئی منزل
صرف ہم نہیں چلتے، راستے بھی چلتے ہیں

ناظرین کرام! ہم اس وقت دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے مہنگے شہر میں ہیں۔ مہنگائی کا یہ عالم ہے کہ اس شہر میں ہمیں اپنے سوا کوئی اور سستی چیز نظر نہیں آتی۔ ٹوکیو کے ’’نریتا‘‘ ایر پورٹ پر جب ہم اترے تھے، تو تب ہی ہماری آنکھیں کھل گئی تھیں۔ جب ہم ایشیائی ثقافتی مرکز کے بک ڈویژن کی سربراہ مسز ’آسانو‘ کے ساتھ ٹوکیو گرین ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے تو ہماری آنکھیں مزید کُھلتی چلی گئیں۔ صاف وشفاف اور کشادہ سڑکیں روشنی میں اس طرح نہا رہی تھیں کہ اگر سُوئی بھی سڑک پر گری ہو تو صاف نظر آ جائے۔

سجے سجائے بازاروں پر حیرت کی نظر ڈالتے ہوئے ہم ٹوکیو گرین ہوٹل پہنچے۔ مسز ’آسانو‘ نے ہمیں یہ خوش خبری بھی سنائی کہ شہنشاہ جاپان کا محل بھی پڑوس ہی میں واقع ہے۔ ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ زندگی بھر ہمیں ایک اچھے پڑوسی کی تلاش رہی ہے، جو کبھی میسر نہ آ سکا۔ شہنشاہِ جاپان کے پڑوسی بن کر کچھ دن آرام سے گزار لیں گے۔ ہوٹل کی عمارت کئی منزلہ ہے۔ ہمیں اس کی چوتھی منزل میں ایک کمرہ ملا۔ نام چونکہ ’’گرین ہوٹل‘‘ ہے، اس لئے بڑا سرسبز وشاداب ہوٹل ہے۔ یہاں کی ہر چیز ہَری ہے۔ کچھ دن کے بعد ہمیں اپنا رنگ بھی طوطے کی طرح ہَرا نظر آنے لگا۔ ٹوکیو کے بارے میں ہی کیا بلکہ سارے جاپان کے بارے میں یہ عرض کر دیں کہ جاپان کے 80 فیصد علاقے پر پہاڑ پھیلے ہوئے ہیں۔ 20 فیصد علاقہ میدانی ہے جس پر سارے جاپانی مل کر رہتے ہیں۔ وہ تو اچھا ہے کہ جاپانیوں کا قد چھوٹا ہوتا ہے، ورنہ ان سب کا مل جل کر رہنا دشوار

NOT TO BE REPUBLISHED

ہو جاتا۔ ادب میں ہمارا قد جو کچھ بھی ہے اس کے بارے میں آپ بخوبی جانتے ہیں۔ لیکن ہمارا جسمانی قد پھر بھی اتنا بلند نہیں ہے۔ بس 5 فٹ 11 انچ کا قد ہے۔ پھر بھی ٹوکیو کی سڑکوں پر ہم نکلتے ہیں تو اپنی قد آور شخصیت کے باعث لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں۔ کچھ جاپانی دوستوں کا کہنا ہے کہ ''جب سے ہم ٹوکیو آئے ہیں یہ شہر بھرا پُرا سا نظر آنے لگا ہے۔'' حالانکہ آبادی اور علاقہ کے لحاظ سے یہ دنیا کا سب سے بڑا شہر ہے۔ ٹوکیو کی آبادی ایک کروڑ سے زیادہ ہے، اور ہر دسواں جاپانی ٹوکیو میں رہتا ہے۔ رہنے کی جگہ کی قلت کے باعث جاپانی اپنی زمین کے ایک ایک انچ کا فائدہ اٹھاتا ہے۔ جاپانیوں کی ہر چیز چھوٹی ہوتی ہے سوائے کردار کے۔

ہم 13 گھنٹوں کے ہوائی سفر کے بعد ٹوکیو پہنچے تھے اور یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ مسز 'آسانو' ہمارے استقبال کے لئے آئی تھیں۔ ہوٹل میں ہمارا سامان رکھوانے کے بعد بولیں ''آج رات کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں گے''۔ پھر کہا ''آج رات آپ کو جاپانی ریستوراں میں نہیں ایک چینی ریستوراں میں لے جاؤں گی۔''

مسز 'آسانو' نے اس رات دنیا جہاں کی باتیں کیں۔ کئی ہندوستانی دوستوں کا ذکر کیا۔ کھانے کا بل آیا تو ہم نے دیکھا کہ مسز 'آسانو' نے بڑی آسانی کے ساتھ ہنستے کھیلتے چار ہزار 'ین' کی رقم ادا کردی اور ہمیں آٹے دال کے بھاؤ سے آگاہ کر دیا۔ ہم ڈنر کھا کر ہوٹل واپس ہوئے تو دس بج رہے تھے۔ دوسرے دن پبلیشنگ کا کورس اور سمینار شروع ہونے والا تھا۔ مسز 'آسانو' نے وعدہ کیا کہ وہ سمینار میں ہمیں لے جانے کے لئے صبح آجائیں گی۔ اسی وقت ہماری ملاقات تھائی لینڈ کی نمائندہ مس ''پرینیا'' سے ہوئی۔

ہم دس بجے اپنے کمرے میں پہنچے تو افسوس کہ اے کاش ہماری اہلیہ محترمہ آج یہاں موجود ہوتیں۔ وہ دس بجے ہمیں اپنے کمرہ میں دیکھ کر کتنا خوش ہوتیں۔ کچھ دیر ٹیلی ویژن سے دل بہلاتے رہے۔ تاہم آدھے گھنٹے سے زیادہ جی نہیں بہلا سکے کیونکہ سارے پروگرام جاپانی میں ہو رہے تھے۔ ہم نے سوچا کہ ساری زندگی رات دیر گئے لوٹنے میں گزار دی ہے، تو ٹوکیو میں اس شریفانہ وضعداری سے کیوں انحراف کیا جائے۔ اس خیال کے آتے ہی ہم اپنے کمرے سے باہر نکلے تو دیکھا کہ مس ''پرینیا'' اپنے کمرے کے باہر کھڑی ہیں۔ پوچھا خیرت تو ہے؟ بولیں ! ''تھائی لینڈ میں اس وقت آٹھ بجے ہوں گے اور مجھے اتنی جلدی سونے کی عادت نہیں ہے۔ بس بور ہوئی جا رہی ہوں''۔

©KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

ہم نہ کہا ’’آپ کے ہاں تو آٹھ بجے ہوں گے، ہمارے ہاں ابھی سات ہی بج رہے ہیں۔‘‘ یوں بھی شب بیدار قسم کے آدمی ہیں۔ لہٰذا ٹوکیو کی سڑکیں ناپنے باہر جا رہے ہیں۔

بولیں ! ’’آپ اجازت دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔‘‘ ہم دونوں ہوٹل سے باہر آئے۔ طے کیا کہ سڑکوں کی نشانیاں ذہن میں محفوظ کر کے چلتے ہیں تاکہ واپسی میں آسانی ہو۔

ٹوکیو اس اعتبار سے خاص ایشیائی نظر آیا کہ یہ ساری رات جاگتا ہے۔ تقریباً ساری رات ہوٹلیں کھلی رہتی ہیں۔ سڑکوں پر ٹریفک برابر جاری رہتی ہے۔ ہم بڑی دیر تک ٹوکیو کی سڑکوں پر گھومتے رہے۔ دو گھنٹوں بعد واپس ہوئے تو ہم سچ مچ تھک چکے تھے۔ جب ہم اپنے کمرے کی طرف جانے لگے تو مس ’’پرینیا‘‘ نے انگریزی آداب کے مطابق ہم سے کہا ’’آج رات کوئی اچھا سا خواب دیکھئے۔‘‘ ہم نے کہا ’’مس پرینیا کیا کریں کمرہ اتنا چھوٹا ہے کہ اس میں کسی خواب کے داخل ہونے کی گنجائش ہی نہیں ہے‘‘۔

مس ’’پرینیا‘‘ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

تخلیق کار: مجتبیٰ حسین

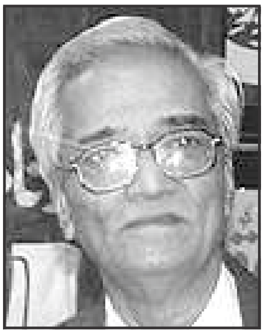

نام: مجتبیٰ حسین پیدائش 15 جولائی 1936ء چنچولی، گلبرگہ۔ ابتدائی تعلیم گلبرگہ اور حیدرآباد میں ہوئی۔ روزنامہ ’’سیاست‘‘ میں مزاحیہ کالم، شیشہ و تیشہ، سے ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ پھر نثر کی مختلف اصناف میں لکھتے رہے۔ ان کے مزاحیہ مضامین، خاکوں اور سفرناموں کے کئی مجموعے چھپ چکے ہیں۔ تکلف برطرف، قطع کلام، آدمی نامہ، سو ہے وہ بھی آدمی، جاپان چلو جاپان چلو، وغیرہ چند مشہور کتابیں ہیں۔ انھیں ’’پدم شری‘‘ اور ہاسیہ رتن جیسے مشہور اعزازات کے علاوہ کئی اعزازات و انعامات سے نوازا گیا۔ حال ہی میں گلبرگہ یونیورسٹی نے انہیں اعزازی ڈاکٹریٹ عطا کی ہے۔ یہ تلخیص شدہ مضمون آپ کے سفرنامہ ’’جاپان چلو جاپان چلو‘‘ سے ماخوذ ہے۔

الفاظ و معانی:

سرزد	=	واقع ہونا، عمل میں آنا
افسر بالا	=	بڑا افسر
ملک بدر کرنا	=	ملک سے نکالا جانا
منعقد کرنا	=	اہتمام کرنا
طیارہ	=	ہوائی جہاز
جزیرہ	=	خشکی کا خطّہ جس کے چاروں طرف پانی ہو۔
فلک بوس	=	بلند، آسمان کو چھونے والی
متصل	=	بوجھ اٹھانے والا، مزدور
گلیارا	=	گلی، کوچہ
ناظرین	=	دیکھنے والے
کشادہ	=	لمبا چوڑا
سیّاح	=	سیر و سیاحت کرنے والا
قدآور	=	بلند قد ولا، بلند مرتبہ والا
اہلیہ	=	بیوی
وضعداری	=	اپنے طور طریقوں پر قائم رہنا
خودکار	=	خودبخود کام کرنے والا
شبِ بیدار	=	دیر رات تک جاگنے والا
سربراہ	=	قائد، لیڈر
نمائندہ	=	منتخب آدمی
انحراف	=	انکار کرنا

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

محاوروں کا مطلب:

ہاتھ صاف کرنا	=	مشق کرنا، دوسروں کا مال ہڑپ لینا
آنکھیں کھل جانا	=	حقیقتِ حال معلوم ہونا
آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہونا	=	دنیا کی اونچ نیچ کا علم ہونا، مہنگائی کا احساس ہونا۔
سڑکیں ناپنا	=	بے وجہ سڑکوں پر پھرنا

مشقیں

I. (الف) معنی کے مطابق ان الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجئے۔

رَقم = قیمت، رَقم = لکھنا، عالَم = دنیا، عالَم = حالت

(ب) ان الفاظ کی ضد لکھیے۔

معمول، درآمد، مہمان، قدیم، بدصورت، گمنام، سستی

کثرت، مناسب، دشوار، بدنصیبی

(ج) واحد کی جمع اور جمع کی واحد بنایئے۔

دفاتر ، مراکز ، افسران ، انتخاب ، سرحدیں، خدمات

مہمانان، منظر ، ادب ، جرائم ، جزائر ، منزل

ممالک، عاشق ، فائدہ ، مرحومین ، شعر ، ذکر

(د) ان الفاظ کا معنوی فرق بتایئے۔

خواب، قاب ۔ پَل، پُل ۔ دُور، دَور، صَرف، صِرف

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

II. ذیل کے سوالات کے جواب ایک جملے میں لکھئے۔

1. مصنف کو جاپان کس لئے بھیجا گیا؟
2. مصنف کے دوست نے خوشخبری سنانے کے لئے کس بات کا وعدہ لیا؟
3. دہلی سے ٹوکیو جاتے ہوئے مصنف کا جہاز کن کن ہوائی اڈّوں پر رکا؟
4. ہانگ کانگ کی رونق کن لوگوں سے ہے؟
5. ہانگ کانگ اور ٹوکیو کے درمیان کتنے گھنٹوں کی مسافت تھی؟
6. ٹوکیو کے ہوائی اڈّہ کا نام کیا ہے؟

III. ذیل کے سوالات کے جواب دو یا تین جملوں میں لکھئے۔

1. افسرِ بالا نے مصنف کو جب جاپان بھیجنے کی بات کہی تو مصنف نے کیا جواب دیا؟
2. کس لئے مصنف نے ہانگ کانگ کو سمٹا ہوا دل عاشق کہا؟
3. جاپان جانے کے لئے مصنف نے پان امریکن طیارہ کا انتخاب کیوں کیا؟
4. ہانگ کانگ ہوائی اڈہ پر جب طیارہ اترتا ہے تو کیسا محسوس ہوتا ہے اور کیوں؟
5. ”نریتا“ ہوائی اڈہ میں طیاروں کو سیڑھی لگانے کا رواج کیوں نہیں ہے؟

IV. ذیل کے سوالات کے جواب چار یا پانچ جملوں میں لکھئے۔

1. ٹوکیو میں مصنف کا قیام کس ہوٹل میں تھا؟ اس ہوٹل کی نوعیت کیا تھی؟
2. مصنف نے جاپانیوں کو کن خصوصیات کا حامل بتایا ہے؟
3. مسز ”آسانو“ کون تھیں؟ انہوں نے مصنف کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا؟
4. اس سفرنامے میں مصنف کی شخصیت کے کون کونسے پہلو سامنے آتے ہیں؟
5. مصنف نے ٹوکیو شہر کو کس طرح بیان کیا ہے؟

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

V. متن کے حوالے سے تشریح کیجئے۔

1. ''کیا اس ملک سے جاپان کو برآمد کرنے کے لئے ہم ہی ایک مناسب چیز رہ گئے ہیں؟''
2. ''اگر تم جاپان سے میر لئے ایک بڑھیا ٹرانسسٹر لاسکو تو تمہیں ایک خوش خبری سناتی ہے۔''
3. ''جاپانیوں کی ہر چیز چھوٹی ہوتی ہے سوائے کردار کے''۔
4. ''کمرہ اتنا چھوٹا ہے کہ اس میں کسی خواب کے داخل ہونے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔''

اضافی معلومات:

خطوط نویسی

خط و کتابت، معاملاتِ زندگی کا ایک اہم حصّہ ہے۔ ہر شخص کو خواہ وہ کم پڑھا لکھا ہو یا زیادہ اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ دور رہنے والوں تک اپنی بات پہنچانے اور اُن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے خط و کتابت ایک بہترین ذریعہ ہے۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ خط لکھنے کا انداز ایسا ہو گو یا مکتوب الیہ سامنے بیٹھا ہو اور ہم اس سے مخاطب ہیں۔ خطوط نویسی ایک فن ہے۔ اس کے بارے میں کچھ خاص باتیں ذیل میں درج ہیں۔ خط لکھنے والے کو ''مکتوب نگار'' جو عبارت اس میں لکھی جاتی ہے اسے ''مکتوب یا خط'' اور جس کو خط لکھا جائے اُسے ''مکتوب الیہ'' کہتے ہیں۔

خطوط تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1. نجی خطوط
2. سرکاری خطوط
3. کاروباری خطوط

1. نجی خطوط

وہ خطوط جو اپنے کُنبے والوں، رشتے داروں، دوستوں اور ملنے جلنے والوں کو لکھے جاتے ہیں، نجی خطوط کہلاتے ہیں۔

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

2. سرکاری خطوط:

وہ خطوط ہیں جو دفتری امور سے متعلق ہوتے ہیں مثلاً مختلف قسم کی درخواستیں، سرکاری نوٹس، افسرانِ متعلقہ کو اطلاع، رسید، سمن، پروانہ، حکم نامہ اور رپورٹ وغیرہ۔

3. کاروباری خطوط:

جو تجارت یا کاروبار میں لین دین کے تعلق سے لکھے جاتے ہیں ''کاروباری خطوط'' کہلاتے ہیں۔ ان میں مضمون مختصر، عبارت صاف اور خوشخط ہونا چاہیئے تاکہ مکتوب الیہ کو ان کے پڑھنے اور سمجھنے میں تکلیف نہ ہو۔ ان کے القاب و آداب، نجی خطوط سے کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً مکرمی تسلیم، محترم السلام علیکم وغیرہ۔

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

خط کے مندرجہ ذیل چھ حصّے ہیں

1. مکتوب نگار کا نام، پتہ اور تاریخ
2. القاب
3. آداب
4. نفسِ مضمون
5. خاتمہ
6. مکتوب الیہ کا نام و پتہ۔

☆☆☆

سبق:13

مولانا محمد علی جوہرؔ

(یہ ایک سوانحی مضمون ہے۔سوانح نگاری ادب کی ایک اہم صنف ہے۔اس میں کسی شخص کی زندگی کے واقعات، حالات اور شخصیت کے اہم پہلوؤں کو بیان کیا جاتا ہے۔اس صنف کا اہم مقصد پڑھنے والے کو اُس شخصیت کے حالاتِ زندگی سے روشناس کرانا ہوتا ہے۔

اُردو میں سوانح نگاری کا سلسلہ مولانا حالیؔ اور علامہ شبلی نعمانی نے شروع کیا۔درج ذیل سوانحی مضمون میں مولانا محمد علی جوہرؔ کی زندگی کے حالات اور تحریکِ آزادی میں اُن کی خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔)

مولانا محمد علی جوہرؔ، ہندوستان کے ان رہنماؤں میں سے تھے جو کبھی بُھلائے نہیں جاسکتے۔ ایسے قائدین کسی قوم میں شاذ و نادر ہی پیدا ہوتے ہیں۔تاریخِ عالم ایسے ہی رہنماؤں کو غیر معمولی افراد میں شامل کرتی ہے۔محمد علی جوہرؔ 1878ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ان کے والد مولانا عبدالعلی ریاستِ رامپور میں ممتاز عہدے پر فائز تھے۔اُن کا شمار شہر کے معززین میں ہوتا تھا۔محمد علی ابھی سولہ سال ہی کے تھے کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔والد کی وفات کے بعد گھر کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ محترمہ بی اماں کے سر پر آن پڑی۔محمد علی کی ابتدائی تعلیم کے بعد انہیں بریلی کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخل کرادیا گیا جہاں انہوں نے انٹر پاس کیا۔

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

بریلی کی تعلیم کے بعد مولانا محمد علی جوہرؔ نے علی گڑھ کالج میں داخلہ لیا جہاں انہوں نے بی اے کا امتحان دیا، اور یونیورسٹی بھر میں اوّل آئے۔ اُس کے بعد آپ آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں داخل ہوئے۔ جہاں چار سال تک بی اے آنرس کی تعلیم حاصل کی اور سول سروس کے لئے امتحان دیا لیکن اس میں ناکام رہے۔ یہ شاید اللہ تعالیٰ کی مشیّت تھی، کیونکہ اس طرح مولانا محمد علی انگریزوں کی ملازمت سے بچ گئے۔ انہیں تو برِ صغیر کے مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض ادا کرنا تھا۔ 1902ء میں آپ ہندوستان واپس آئے اور رام پورم میں ایجوکیشن آفیسر مقرر ہوئے، مگر کچھ عرصہ بعد ہی آپ ملازمت سے سبکدوش ہوگئے اور پھر آپ بڑودہ میں جج کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ شاید محمد علی ملازمت کے لئے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ آخر کار آپ نے یہ ملازمت بھی چھوڑ دی۔ 1911ء میں آپ کلکتہ پہنچے اور وہاں سے انگریزی اخبار ''کامریڈ'' نکالا۔ مرکزی حکومت کا دارالخلافہ جب تبدیل ہوگیا تو کامریڈ کا دفتر بھی دہلی پہنچ گیا۔ یہاں مولانا نے اُردو کا روزنامہ ''ہمدرد'' جاری کیا جو کچھ ہی عرصہ میں خراجِ تحسین حاصل کرنے لگا۔

1913ء میں مولانا جوہرؔ ''عدم تعاون'' تحریک کے علم بردار بنے اور اس تحریک کو مسلمانوں میں مقبول بنا دیا۔ 1920ء میں مولانا محمد علی جوہرؔ اور گاندھی جی نے پورے ہندوستان کا دورہ کر کے عوام میں انگریزوں کے خلاف جذبۂ آزادی کو بیدار کیا۔ اسی دوران 14 ستمبر کو جب یہ دونوں وشاکھا پٹنم پہنچے تو مولانا محمد علی جوہرؔ کو بغاوت کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔ پانچ سال کی نظر بندی کے بعد آپ کو رہائی نصیب ہوئی۔ قید سے رہا ہونے کے بعد آپ سیدھے امرتسر پہنچے جہاں مسلم لیگ اور کانگریس کے سالانہ اجلاس ہو رہے تھے۔ مولانا محمد علی جوہرؔ جلسہ گاہ میں تشریف لائے گاندھی جی اور دیگر کانگریسی رہنماؤں نے آپ کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اس جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مولانا محمد علی نے فرمایا۔

''میں کہتا ہوں کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے ''مسٹر تلک'' کو جیل جانا چاہیئے، مجھے دوبارہ عمر بھر کے لئے نظر بند ہو جانا چاہئے اور ''مسز اینی بیسنٹ'' کو پھانسی پر چڑھ جانا چاہئے''

مولانا محمد علی جوہرؔ ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی تھے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں کے خلاف رائے عامہ بیدار کرنے کی غرض سے ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط بنانے کے لئے جو کلیدی رول ''رئیس الا

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS

حرار مولانا محمد علی جوہرؔ نے ادا کیا، وہ مثالی ہے۔ آپ نے ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ کو نہ صرف ہندوستان میں تحفظِ اسلام کی خاطر ضروری قرار دیا، بلکہ اسے تاریخِ خلافت سے بھی مربوط کر دیا۔

1928ء میں لندن گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے جس میں آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

''.....آج جس مقصد کے لئے یہاں آیا ہوں، وہ یہی ہے کہ میں اپنے ملک کو صرف اس حالت میں واپس جاؤں گا جب کہ آزادی کا پروانہ میرے ہاتھ میں ہو۔ میں ایک غلام مُلک کو واپس نہیں جاؤں گا۔ میں ایک غیر مُلک میں جب تک وہ آزاد مُلک ہے، مرنے کو ترجیح دوں گا، اور آپ مجھے ہندوستان کی آزادی نہیں دیں گے تو پھر آپ کو یہاں مجھے قبر کے لئے جگہ دینی پڑے گی''۔

اس مسیحائے قوم نے اسلام اور آزادی کی خاطر اپنی جان کو نچھاور کر دیا۔ بسترِ مرگ پر بھی قوم کی خدمت میں مصروف رہے۔ رحلت سے کچھ دیر پہلے تک وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد سے متعلق ایک بیان کو ترتیب دے رہے تھے۔ اس عاشقِ ملک وملت نے 4 جنوری 1930ء عیسوی کو انتقال کیا۔

ماخوذ

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

الفاظ ومعانی:

مرگ	= موت	ملازمت	= نوکری
کلیدی	= اہم	رحلت	= وفات
درس گاہ	= مدرسہ	سبکدوش	= بَری ہونا
بار	= بوجھ، ذمہ داری	افراد	= فرد کی جمع، لوگ
مخالف	= خلاف جانے والے	اصول	= قانون
معززین	= عزّت والے	دارالخلافہ	= صدر مقام
ترجیح	= فوقیت	پروانہ	= اجازت نامہ، حکم نامہ
بغاوت	= سرکشی	قائد	= رہنما
مشیّت	= مرضی		

مرکبات:

خراجِ تحسین = داد

مسیحائے قوم = قوم کے معالج

خیرمقدم = استقبال

علم بردار = بانی، جھنڈا اُٹھانے والا

بسترِ مرگ = آخری وقت

شاذ و نادر = اتفاقاً، بہت کم

پُرتپاک = جوش سے بھرا

غیرمعمولی = معمول سے بڑھ کر

رائے عامہ = عوام کی رائے، عوام کا خیال

I. درج ذیل سوالات کے جواب ایک جملے میں لکھیے۔

1. محمد علی جوہرؔ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
2. والد کے انتقال کے وقت محمد علی جوہرؔ کی عمر کیا تھی؟
3. محمد علی جوہرؔ نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی؟
4. محمد علی جوہرؔ کا لقب کیا تھا؟
5. محمد علی جوہرؔ نے کس یونیورسٹی سے بی اے آنرس کا امتحان دیا؟
6. محمد علی جوہرؔ نے کس گول میز کانفرنس میں شرکت کی؟

II. درجِ ذیل سوالات کے جواب دو یا تین جملوں میں لکھیے۔

1. محمد علی جوہرؔ کے والدین کا نام کیا تھا؟
2. مولانا محمد علی جوہرؔ کے اُردو اور انگریزی اخبارات کے نام بتایئے۔
3. مولانا محمد علی جوہرؔ نے کن کن مقامات پر ملازمت کی؟

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

4. گول میز کانفرنس میں مولانا محمد علی جوہرؔ نے کیا تقریر فرمائی؟

5. مولانا محمد علی جوہرؔ کا سول سروِس امتحان میں ناکام ہونا کس لئے بہتر ثابت ہوا؟

III. ان جملوں کی خانہ پُری کیجئے۔

1. مولانا محمد علی انگریزوں کی...............سے بچ گئے۔

2. 1920ء میں مولانا محمد علی جوہرؔ اور..........نے سارے ہندوستان کا دورہ کیا۔

3. محمد علی جوہرؔ کو..................کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔

4. ''میں کہتا ہوں کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے...............کو جیل جانا چاہئے مجھے دوبارہ عمر بھر کے لئے ....ہو جانا چاہئے اور ''مسنر اینی بیسنٹ'' کو ....پر چڑھ جانا چاہئے''۔

IV. کالم الف کی تاریخوں کو مولانا محمد علی جوہرؔ کی زندگی کے اہم واقعات کے ساتھ جوڑیئے۔

''الف''	''ب''
1. 1878ء میں	بغاوت کے الزام میں گرفتار کئے گئے۔
2. 1902ء میں	وفات پائی۔
3. 1911ء میں	پیدا ہوئے۔
4. 1920ء میں	گول میز کانفرنس میں شرکت فرمائی
5. 1928ء میں	انگریزی اخبار کامریڈ جاری کیا۔
6. 1930ء میں	لندن کی تعلیم کے بعد ہندوستان لوٹے

سرگرمی:

1. اپنے مدرسے کی یا مقامی لائبریری جاکر مختلف سیاسی رہنماؤں کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کیجئے۔

2. مولانا محمد علی جوہرؔ کے سیاسی کارناموں سے متعلق مزید معلومات اکٹھا کیجئے۔

©KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

قواعد

لفظ اور جملہ:

درج ذیل عبارتوں کو پڑھیے:

1. لڑکا کھیلتا ہے۔ 2. امین قرآن پڑھتا ہے۔ 3. میسور کا محل۔

آپ نے اُوپر کی جو عبارتیں پڑھیں، یہ سب ہماری زبان سے ادا ہوتی ہیں۔ان کا مطلب بھی سمجھ میں آتا ہے۔

یہ عبارتیں کئی ٹکڑوں سے بنی ہوئی ہیں۔اس کا ہر ایک ٹکڑا اپنا الگ معنی رکھتا ہے۔اسی کو ''لفظ'' کہتے ہیں۔

جملہ:

الفاظ کا وہ مجموعہ جس سے کچھ معنی و مطلب نکلتا ہو، ''جملہ'' کہلاتا ہے۔

جملہ کے دو حصّے ہوتے ہیں۔

1. مسند الیہ (مبتداء) 2. مسند (خبر)

مسند الیہ (مبتداء): جملہ کا وہ حصّہ ہے جس میں کسی شخص یا چیز کا ذکر ہو۔

مسند (خبر) : جملہ کا وہ حصّہ جس میں کسی شخص یا چیز کے بارے میں بتایا گیا ہو۔

مثلاً: فیضان اچھا لڑکا ہے۔

اس جملہ میں ''فیضان'' مسند الیہ اور ''اچھا لڑکا ہے'' مسند ہے۔

☆☆☆

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

سبق:14

غزل

تماشائے دَیر و حرم دیکھتے ہیں — تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں
ہماری طرف اب وہ کم دیکھتے ہیں — وہ نظریں نہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں
زمانہ کے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں — ہمیں جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں
غنیمت ہے چشمِ تغافل بھی ان کی — بہت دیکھتے ہیں جو کم دیکھتے ہیں

ہمیں داغؔ کیا کم ہے یہ سَرفرازی
کہ شاہِ دکن کے قدم دیکھتے ہیں

داغؔ دہلوی

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

تخلیق کار:

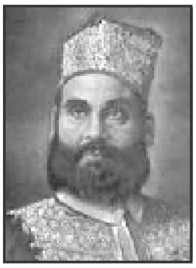

نواب مرازا خان نام، داغؔ تخلص تھا۔ داغؔ کی پیدائش 1831ء کو دہلی میں ہوئی۔ وہ ابھی نوعمر تھے کہ اُن کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی والدہ نے پرورش کی اور ان کی تعلیم و تربیت بھی بہتر طور پر انجام دی۔ شاعری میں اُن کی جو شہرت جوانی کے زمانے سے شروع ہوئی تھی، آخر وقت تک اس میں کوئی کمی نہ آئی۔ شاعری میں وہ ذوقؔ کے شاگرد ہوئے۔ اُن کی زبان دلّی کی بہترین زبان ہے۔ ان کے اشعار میں روانی اور برجستگی پائی جاتی ہے۔ داغؔ کا انتقال 1905ء کو حیدر آباد میں ہوا۔ داغؔ کے شاگردوں میں علامہ اقبالؔ جیسے عظیم شاعر کا نام بھی شامل ہے۔

الفاظ و معانی:

دَیر = مندر   حرم = مسجد   نظر = نگاہ   تغافل = غفلت
چشم = آنکھ   ستم = ظلم   زمانہ = دَور

مشقیں

I : درج ذیل سوالات کے جواب ایک جملے میں لکھئے۔

1. دَیر وحرم کے تماشوں میں شاعر داغؔ کو کونظر آتا ہے؟
2. شاعر نے زمانے میں کیا دیکھا ہے؟
3. شاعر کے لئے کیا بات غنیمت ہے؟
4. داغؔ کس بات کو اپنی سرفرازی سمجھتے ہیں؟
5. داغؔ کا پورا نام کیا تھا؟

II : ان مصرعوں کو مکمل کیجئے۔

1. غنیمت ہے چشم..........................
2. زمانے کے کیا..........................
3. ہماری طرف اب..........................

III : ان اشعار کی تشریح کیجئے۔

1. تماشائے دَیر وحرم دیکھتے ہیں ۔ تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں
2. زمانہ کے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں ۔ ہمیں جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں
3. ہماری طرف اب وہ کم دیکھتے ہیں ۔ وہ نظریں نہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں

IV. ان الفاظ کی ضد لکھئے۔

ستم، بُرا ، حرم ، شاہ

عملی کام:

داغؔ کی دیگر غزلوں سے پسندیدہ اشعار جمع کیجئے۔

☆☆☆

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

سبق:15

X2G6U8

ملّا نصیرالدین کے قصّے (لطیفے)

1. ”بے وقوف گدھا“

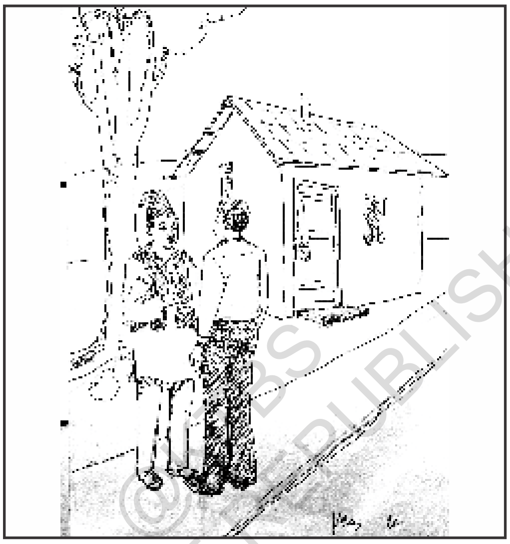

ملّا نصیرالدین اکثر اپنے علم کی شیخی بگھارتا تھا۔ اُس کا ایک دوست بڑا عالم تھا۔ دوست نے سوچا کہ ذرا ملّا کے علم کو آزمانا چاہئے، بڑا مزہ آئے گا۔ چنانچہ اُس نے ملّا سے گھر پر ملنے کا وقت طے کیا۔

عالم دوست، مقررہ وقت پر ملّا کے گھر پہنچا، لیکن ملّا صاحب ندارد ! دوست کو بہت غصّہ آیا۔ اُس نے وہیں گلی سے کوئلے کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور ملّا کے دروازے پر لکھ دیا ”بے وقوف گدھا“۔

کچھ دیر بعد ملّا گھر آیا، تو دروازے پر یہ تحریر دیکھی۔ اُسے اپنا وعدہ یاد آ گیا وہ فوراً اُس دوست کے گھر پہنچا اور معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا۔

”معاف کرنا، میں یہ بالکل ہی بھول گیا تھا کہ آپ غریب خانے پر تشریف لانے والے ہیں۔ میں گھر پر نہیں تھا خواہ مخواہ آپ کو زحمت اٹھانی پڑی۔ مجھے ملاقات کے بارے میں اس وقت یاد آیا جب میں نے اپنے دروازے پر آپ کا نام لکھا دیکھا۔

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS

2. ''مہمانوں پر کیا گزری''۔

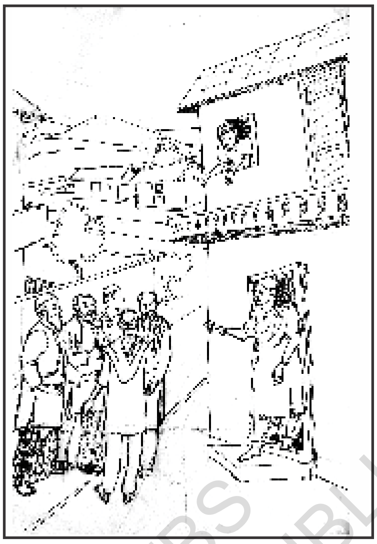

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

مُلاّ نصیرالدین کچھ دوستوں کے درمیان بیٹھا گپ ہانک رہا تھا۔ کہنے لگا ''مہمانوں کی جو خاطر تواضع ہم کرتے ہیں، کوئی کیا کرے گا۔ اس پر ایک دوست فوراً بول اٹھا ''تو آج رات کا کھانا آپ کے یہاں ہی رہے گا''۔

مُلاّ تیار ہو گیا اور دوستوں کو ساتھ لے کر گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر کے پاس پہنچ کر ملاّ نے دوستوں سے کہا ''میں پہلے اپنی بیگم کو آگاہ کر دوں آپ یہیں ٹھہریں''۔

ملاّ نے گھر جا کر بیوی کو جب یہ بات بتائی تو وہ آگ بگولہ ہو گئی اور کہنے لگی۔

''گھر میں نہیں دانے، میاں چلے بُھنانے'' گھر میں کئی روز سے چولہا نہیں جلا اور تم خیر سے یہ جلوس لے کر آ گئے ہو۔ یہاں کوئی لنگر نہیں لگا ہے۔ انہیں فوراً چلتا کر دو۔

بیوی کی بات سن کر مُلاّ چکرا گیا کہنے لگا ''یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ گھر کی ساکھ چلی جائے گی''

بیگم نے کہا، گھر کی ساکھ میں دُرست کئے دیتی ہوں، تم اُوپر چلے جاؤ۔ میں اُن سے کہہ دوں گی کہ مُلاّ گھر پر نہیں ہے۔''

دوستوں نے بہت دیر تک صبر کیا۔آخر سب کی آنتیں قل ھواللہ پڑھنے لگیں اور سب مُلاّ کے دروازے پر زور زور سے چلانے لگے۔''نصیرالدین! ہمیں اندر بُلوالو...مُلاّ جی ! ہم اندر آرہے ہیں۔

لوگوں کا ہنگامہ سن کر مُلاّ کی بیوی تیزی سے دروازے پر آئی اور غصّہ سے کہا''نصیرالدین یہاں نہیں ہے''۔

دوستوں نے کہا لیکن وہ تو ہمارے ساتھ ہی آئے تھے اور ہم نے انہیں خود گھر میں جاتے ہوئے دیکھا ہے۔اُس وقت سے ہماری نظریں دروازے پر جمی ہوئی ہیں، باہر تو ایک چوہا بھی نہیں نکلا۔

مُلاّ اُوپر کھڑکی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔اُسے غصّہ آرہا تھا کہ یہ لوگ میری بیگم سے بحث کیوں کر رہے ہیں اور اس کی بات کا یقین کیوں نہیں کر رہے ہیں۔

جب دوستوں نے زیادہ شور مچایا تو مُلا چپ نہ رہ سکا۔اپنا سر کھڑکی سے باہر نکال کر چلّانے لگا''ارے بے وقوفو! میں پچھلے دروازے سے بھی تو باہر جاسکتا تھا''۔

ماخوذ

الفاظ و معانی:

عالِم = پڑھا لکھا
آزمانا = پرکھنا
طے کرنا = فیصلہ کرنا
ندارد = غائب
غریب خانہ = اپنے گھر کو انکسار کے طور پر کہتے ہیں۔
زحمت = تکلیف
خاطر تواضع = مہمان نوازی
چلتا کرنا = ٹال دینا
خواہ مخواہ = چاہے نہ چاہے

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

مشقیں

I : درجِ ذیل سوالات کے جواب ایک جملے میں لکھیے۔

1. عالم دوست ملّا نصیرالدین کے علم کو کیوں آزمانا چاہتا تھا؟
2. ملّا نصیرالدین کو گھر میں نہ پا کر عالم دوست نے کیا کیا؟
3. مُلّا نصیرالدین کو اپنا وعدہ کب یاد آیا؟
4. مُلّا نصیرالدین اپنے دوستوں کو کھانے پر کیوں لے گیا؟
5. مُلّا نصیرالدین کی بیوی نے گھر کی ساکھ کو بچانے کے لئے کیا کیا؟

II : درج ذیل سوالات کے جواب تین یا چار جملوں میں لکھیے۔

1. مُلّا نصیرالدین اپنے عالم دوست کو کس طرح ''بے وقوف گدھا'' قرار دیا؟
2. مُلّا نصیرالدین کو کس لئے اپنے گھر میں چھُپ کر بیٹھنا پڑا؟

III: ان جملوں کی بحوالۂ متعین وضاحت کیجیے۔

1. ''مجھے ملاقات کے بارے میں اُس وقت یاد آیا، جب میں نے اپنے دروازے پر آپ کا نام لکھا دیکھا۔''
2. ''تو پھر آج رات کا کھانا آپ کے یہاں ہی رہے گا۔''
3. ''ارے بے وقوفو! میں پچھلے دروازے سے بھی تو باہر جا سکتا تھا''۔

عملی کام:

مُلانصیرالدین کے دوسرے قصّے پڑھیے۔

© KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

قواعد

صورت کے لحاظ سے جملے کی قسمیں:

1. جملۂ مفرد: وہ جملہ ہے جس میں صرف ایک مبتدا اور ایک خبر ہو جیسے ''فردوس گا رہی ہے''۔
اس جملے میں ''فردوس'' مبتدا ہے اور ''گانا گا رہی ہے'' خبر ہے۔
2. جملۂ مرکب: وہ جملہ ہے جو دو یا دو سے زیادہ مفرد جملوں سے مل کر بنا ہوتا ہے۔
جیسے: ریحان کھیل رہا تھا اور مدثر پڑھ رہا تھا۔

مرکب جملے کی قسمیں: مرکب جملے کی دو قسمیں ہیں:

1. مطلق 2. ملتف

1. مطلق:

وہ مرکب جملہ ہے جس میں ہر مفرد جملہ مستقل ہو اور اپنے معنی کے اظہار کے لئے کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔

جیسے سراج لکھتا ہے اور نبیل دوڑ رہا ہے۔ اس جملے میں دو مفرد جملے ہیں جو اپنے معنی کے اظہار کے لئے ایک دوسرے کے محتاج نہیں ہیں۔

2. ملتف :

وہ مرکب جملہ ہے جس میں ایک جملہ اپنے معنی کے اظہار کے لئے دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔
جیسے وہ لڑکا جو محنتی تھا کامیاب ہو گیا۔

☆☆☆

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

سبق:16

غزل

آنکھوں میں رہا دل میں اُتر کر نہیں دیکھا
کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا

جس دن سے چلا ہوں مری منزل پہ نظر ہے
آنکھوں نے کبھی مِیل کا پتھر نہیں دیکھا

یاروں کی محبت کا یقیں کرلیا میں نے
پھولوں میں چھپایا ہوا خنجر نہیں دیکھا

یہ پھول مجھے کوئی وراثت میں ملے ہیں
تم نے مرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا

پتّھر مجھے کہتا ہے مرا چاہنے والا
میں موم ہوں ، اس نے مجھے چھُو کر نہیں دیکھا

وہ شخص مسائل کو میرے سمجھ نہیں سکتا
جس نے میری آنکھوں میں سمندر نہیں دیکھا

ڈاکٹر بشیر بدرؔ

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

تخلیق کار:

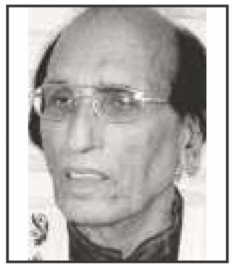

نام سید محمد بشیر اور تخلص بدؔر 15 فروری 1935 میں بمقام ایودھیا پیدا ہوئے ۔انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے بی۔اے،ایم۔اے اورڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔پہلے تومسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہی میں بحیثیت لکچرر کام کیا۔پھر 17 سال تک میرٹھ کالج میں لکچرر اور صدر شعبہ بنے رہے۔آپ مدھیہ پردیش اُردو اکاڈمی کے صدر بھی رہے۔

آپ کے شعری مجموعے،اکائی امیج،آمد،آہٹ،آسمان کے علاوہ کلیاتِ بشیر بدؔر منظر عام پرآ چکے ہیں۔آپ کی تصانیف ''آزادی کے بعد اُردو غزلیں اور اُردو غزلوں کا تنقیدی مطالعہ'' آپ کے تنقیدی شعور کا پتہ دیتی ہیں۔آپ کی غزلوں کا ایک مجموعہ ''اُجالے اپنی یادوں کے'' دیوناگری رسم الخط میں منظرِ عام پرآ چکا ہے۔اس کے علاوہ آپ کی غزلوں کا مجموعہ گجراتی میں بھی شائع ہوا ہے۔آپ کی بیشتر تخلیقات کا ترجمہ انگریزی اور فرنچ زبانوں میں ہوا ہے۔

آپ کو 1999 میں پدم شری ایوارڈ کے علاوہ آپ کے شعری مجموعہ ''آس'' پر اُردو کا ساہتیہ اکاڈمی ایوارڈ بھی حاصل ہوا۔آپ نے اپنے کلام میں زندگی کی پیچیدگیوں کو آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا ہے۔

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

الفاظ و معانی:

کشتی	=	ناؤ
مسافر	=	سفر کرنے والا
مِیل کا پتھر	=	رہنما
خنجر	=	چھُرا
وراثت	=	ترکہ،میراث
مسائل	=	مسئلہ کی جمع،دشواریاں

مشقیں

I : درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1. شاعر نے آنکھوں میں رہنے والے اور کشتی کے مسافر سے کونسا واقع وابستہ رکھا ہے؟
2. شاعر کی آنکھوں نے مِیل کا پتّھر کیوں نہیں دیکھا؟
3. شاعر پھولوں میں چُھپے خنجر کو دیکھنے سے قاصر کیوں ہے؟
4. شاعر کو پھول کب نصیب ہوئے؟
5. محبوب، شاعر کو پتّھر کیوں کہتا ہے؟
6. شاعر کے مسائل کو کون سمجھ سکتا ہے؟

II. درج ذیل اشعار کا مطلب لکھیے۔

1. جس دن سے چلا ہوں مری منزل پہ نظر ہے — آنکھوں نے کبھی مِیل کا پتّھر نہیں دیکھا
2. یاروں کی محبت کا یقین کر لیا میں نے — پھولوں میں چھپایا ہوا خنجر نہیں دیکھا
3. یہ پھول مجھے کوئی وراثت میں ملے ہیں — تم نے مرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا

III. کالم ''الف'' اور ''ب'' کے درمیان مناسب جوڑ لگا کر شعر مکمل کیجیے۔

''الف''	''ب''
1. آنکھوں میں رہا دل میں اُتر کر نہیں دیکھا	(i) میں موم ہوں، اس نے مجھے چھُو کر نہیں دیکھا
2. پتّھر مجھے کہتا ہے مرا چاہنے والا	(ii) جس دن سے چلا ہوں مری منزل پہ نظر ہے
3. وہ شخص مسائل کو میرے سمجھ نہیں سکتا	(iii) کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا

عملی کام:

ڈاکٹر بشیر بدر کی نظمیں اور غزلیں انٹرنیٹ سے حاصل کیجیے اور ان کا مطالعہ کیجیے۔

☆☆☆

© KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

سبق:17

جہانِ علم وفن کا راہی: پروفیسر راہیؔ قریشی

(کسی انسان کی شخصیت اور اس کی زندگی کے حالات ، واقعات کو اس انداز سے پیش کرنا کہ اس انسان کی جیتی جاگتی تصویر ابھر کر سامنے آجائے۔ ادب میں اس فن کو ''خاکہ نگاری'' یا ''مرقع نگاری'' کہتے ہیں۔ ذیل میں پروفیسر راہیؔ قریشی پر 1978ء میں ڈاکٹر وحید انجمؔ کا لکھا خاکہ پیش ہے۔)

مجھے اچھی طرح یاد ہے آج سے تقریباً 12 برس قبل راہیؔ صاحب سے میری ملاقات ایک مشاعرے میں ہوئی تھی۔ اس مشاعرے میں راہیؔ صاحب کے علاوہ سلیمان خطیبؔ، سرور مرزائی، رشید احمد رشیدؔ، وغیرہ بھی شریک تھے۔ مشاعرے سے قبل میرے ایک دوست نے راہیؔ صاحب سے میرا تعارف کروایا۔ یہ وحید انجمؔ ہیں کلبرگی کے نومشق شاعر! وہ کچھ لمحوں تک مجھے گھورتے رہے اور سوچنے لگے کیا یہ دبلا پتلا، نوعمر چھ فٹی سفید لڑکا شاعری کرسکتا ہے؟ پھر مسکرا کر کہنے لگے ''میاں تم جدید نظمیں کہتے ہو یا غزل؟ میں نے مسکرا کر کہا غزل! میرے دوست نے لقمہ دیا، سر یہ اپنے کلام پر آپ سے اصلاح کے خواہاں ہیں۔ پھر ایک مخصوص مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر پھیل گئی''۔ ''میاں نومشق شاعر کو اصلاح کی چنداں ضرورت نہیں''۔ ہم دونوں مجسم سوال بن گے۔ موصوف نے مسکرا کر کہا ''نہیں تو صرف تخلص بدلنا ہوتا ہے۔'' ہم دونوں نے زبردست قہقہہ لگایا۔

اس واقعہ کے بعد راہیؔ صاحب کا سراپا میرے ذہن سے چمٹا رہا۔ سفید مائل گندمی رنگ، شگفتہ مسکراتا چہرہ، لمبے بال، لمبی اونچی ناک، مناسب غیر کسرتی فربہ جسم، کلین شیو، درمیانہ قد، نیلی بڑی بڑی آنکھیں، ان پر

© KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

موٹے فریم کی عینک جو چہرے کی جاذبیت بڑھادیتی ہے ، رنگین شرٹ اور گہرے رنگ کی پتلون ان کی شخصیت پر اچھی لگتی تھی۔

وطن اور جائے ولادت اورنگ آباد ہے۔ والدین نے نام برکت الحق قریشی رکھا تھا۔ موصوف دنیائے ادب کی ڈگر کے راہیؔ بن گئے۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ پھر وہ شرن بسویشور کالج میں کچھ دیر ستانے کے لئے رک کیا گئے یہی ان کی منزل قرار پائی۔

طبیعت میں شوخی وظرافت ، مزاج میں تمکنت اور وقار ، چاہے کلاس روم ہو یا دوستوں کی محفل قہقہے بکھیرتے رہتے بڑی ہی سلجھی ہوئی عادتوں والے انسان تھے۔ سڑکوں پر بے مقصد نہیں گھومتے ہوٹلوں میں بیٹھے گپ نہیں ہانکتے۔ اکثر غروبِ آفتاب سے قبل ہی راہیؔ ''منزل'' (موصوف کے دولت کدہ کا نام) پہنچ جاتے ۔ دوستوں کے دوست ہیں ، مگر دشمنوں کے دشمن نہیں ، اورنگ آباد کی اُردو بے ساختہ بولتے تھے ۔ انگریزی بھی اچھی جانتے ۔ کپڑے زیادہ تر شوخ پہنتے ۔ جمعہ کے دن کرتا پاجامہ پہنتے ، سوٹ کبھی نہیں پہنتے۔ جب شیروانی زیب تن کرلیں تو سمجھ لیں کہ کسی معزز شہری کے ہاں کوئی تقریب ہے ، یا پھر کہیں مشاعرہ ۔ موصوف خوش پوشاک تو ضرور ہیں مگر خوش خوراک نہیں ۔ پینے کے معاملے میں بھی چائے اور سگریٹ کے آگے نہ بڑھ سکے۔ ہوٹلوں میں شاذ وہ نادر ہی نظر آتے ہیں۔

میں نے راہیؔ صاحب سے تقریباً دو تین برسوں تک اپنے کلام پر اصلاح لی ہے ۔ اصلاح بڑے دلچسپ انداز میں دیا کرتے ۔ ایک غزل میں نے انہیں اصلاح کے لئے دی تھی ۔ جس کا مقطع میں نے یوں کہا تھا۔

؎ اک غزل کہنے پہ انجمؔ کو جو مجبور کرے　　کیسے بھولے وہ ان کی غزالی آنکھیں

موصوف نوٹ میں لکھتے ہیں ۔ میاں انجمؔ ! کرے واحد ہے اور کریں جمع ہے ۔ ہاں اگر آپ کا محبوب ایک آنکھ والا ہے تو کرے ٹھیک ہے ۔

راہیؔ صاحب میرے ہم محلہ تھے ۔ میں ان کی خدمت میں اکثر جایا کرتا ، موصوف کی زندگی میں ایک نظم ونسق تھا۔ ان کے مشاغل اور معمولات کسی بھی صورت نہیں رکتے تھے ۔ صبح فجر سے قبل جاگ جاتے اور نماز کے بعد کچھ دیر چہل قدمی کرتے ۔ صبح 7:30 بجے ناشتہ اور 8 بجے آکاش وانی سے 5 منٹ کی خبریں سنتے تھے ۔ اکثر کہا کرتے میاں میں پچھلے 15 سال سے مسلسل 8 بجے کی خبریں سنتا آرہا ہوں ۔ پھر کالج کے لئے جاتے

@K R... NOT TO BE REPUBLISHED

جس کام کے لئے وقت مقرر کر لیتے وہ مقررہ وقت پر انجام دیتے تھے۔ ہر چیز کو سنجیدگی سے لیتے۔ موصوف نمونۂ سلف تھے۔ انہیں دیکھ کر اگلے وقتوں کے بزرگوں اور بعض یادگار شخصیتوں کی یادیں تازہ ہو جاتی تھیں۔

ایک دفعہ سال اوّل کی کلاس لینے کے لئے تیز تیز قدموں سے رواں تھے۔ شاید تاخیر ہو گئی تھی۔ مجھ پر نظر پڑی تو میں نے سلام کیا، موصوف نے کہا میاں میں ذرا جلدی میں ہوں تمہارے سلام کا جواب آ کر دوں گا۔ کلاس روم میں پڑھاتے پڑھاتے دلچسپ باتیں بھی کیا کرتے۔ ایک دفعہ کہنے لگے ''ارسطو'' نے اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ صحت مند رہنا چاہئے ہو تو ہمیشہ تین ''گ'' اور ایک ''الف'' کا استعمال کیا کرو۔ موصوف نے تین ''گ'' اور ایک ''الف'' کی وضاحت بھی کی۔ گوشت، گڑ، گھی اور استرا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگے مجھے تین ''ک'' سے نفرت ہے۔ طلبہ و طالبات نے وضاحت طلب کی تو موصوف نے کہا کرکٹ، کشور کمار، کتا۔ مجھے کرکٹ کھیلنا، دیکھنا اور سننا قطعی پسند نہیں۔ کشور کمار کی مکروہ صورت اور کرخت آواز مجھے کبھی پسند نہیں آئی۔ مجھے پطرس بخاری کے ''کتّے'' کے علاوہ دنیا کے تمام کتّے قابل نفرت نظر آتے ہیں۔

راہیؔ صاحب نے بھی میر تقی میرؔ کی طرح کبھی اپنی زبان کی فصاحت و بلاغت اور صحتِ زبان کو متاثر نہیں ہونے دیا۔ گھر کی ملازمہ ہو یا یونیورسٹی کا غیر اُردو داں کلرک یا چپراسی یا بقول راہیؔ ''پیدل طالبِ علم'' زبان کبھی بگاڑ کر نہیں بولا کرتے تھے۔ یہ موصوف کی انفرادیت تھی۔ کلاس روم ہو یا بازار، مخاطب جاہل ہو یا عالم، زبان فصیح اور بامحاورہ ہی بولتے تھے۔ اسی لئے راہیؔ کے تعلق سے یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ راہیؔ اپنی بھوک اور لوگوں کا غلط تلفظ کبھی برداشت نہیں کرتے۔

اکثر احباب راہیؔ کو کم خرچ اور محتاط انسان سمجھتے تھے۔ انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ پروفیسر صاحب ہر ماہ اپنی بیوہ بھاوج اور غریب رشتے داروں کو منی آڈر بھیجا کرتے۔ کبھی مصروف ہوتے تو یہ ذمہ داری مجھے سونپ دیتے۔ اکثر اپنی ماں کو یاد کرتے، ان کی تصویر دیوان خانے میں سجا رکھی تھی۔ طلبہ سے کہتے ان ہی کی تربیت اور دعاؤں نے مجھے آج یہ مقام بخشا ہے۔ بڑے جذباتی ہو کر کہتے ''خدا ان کی قبروں کو نور سے بھر دے''۔

شاگرد نیا ہو یا پرانا خندہ پیشانی سے ملتے۔ باذوق ہو تو دیر تک گفتگو خوش دلی سے کرتے ورنہ چڑچڑے ہو جاتے۔ گفتگو بے حد دلچسپ کرتے۔ طلبہ کی اچھی باتوں پر داد دیتے اور غلطیوں پر خوش اسلوبی سے نشاندہی کرتے۔ دل شکنی اور دل آزاری کی باتوں سے اکثر و بیشتر گریز کرتے۔

@KRC NOT TO BE REPUBLISHED

راہی قریشی ایک بے مثال استاد تھے۔ان کا پڑھانے کا انداز بالکل منفرد اور اچھوتا تھا۔وہ زبان وقلم کے شہسوار تھے۔موصوف نے علم وادب کے خزینے چھوڑے ہیں۔ان کے شعری مجموعے ’صحرا کا سفر‘ دیدۂ بے خواب، ضمیر شب اور رباعیات کا مجموعہ ’’چارسو‘‘ اُردو ادب میں قابل قدر اضافہ ہے ان کی علمی و ادبی خدمات قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی رہیں گی۔افسوس کہ علم وفن کا یہ درخشندہ آفتاب 2 رمئی 2010 کو ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

تخلیق کار

ڈاکٹر وحید انجمؔ

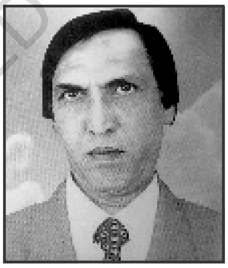

ڈاکٹر وحید انجمؔ کی پیدائش 27 دسمبر 1954ء میں مقام گلبرگہ ہوئی۔آپ کے والد کا نام محمد رکن الدین اور والدہ کا نام صفیہ بیگم تھا۔آپ کی ابتدائی تعلیم ہمنی پورہ کے ایک سرکاری اسکول میں ہوئی گلبرگہ کی یونیورسٹی سے آپ نے ایم اے (سیاسیات) یل یل بی، ایم اے (اُردو) اور پی ایچ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔آج کل آپ گورنمنٹ پری یونیورسٹی کالج ’’الند‘‘ ضلع گلبرگی میں بحیثیت وائس پرنسپل خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر وحید انجمؔ ایک بلند پایہ شاعر، ڈرامانویس، افسانہ نگار اور نقاد ہیں۔آپ کا اولین افسانوی مجموعہ ’’کڑی دھوپ کا سفر‘‘ 1989 میں منظرِ عام پر آیا۔آپ کا پہلا شعری مجموعہ ’’زخموں کی زبان‘‘ 1997 میں اور دوسرا شعری مجموعہ ’’منظر دھواں دھواں‘‘ 2003 میں شائع ہوا۔اُردو خدمات کے اعتراف میں آپ کو کئی اعزازات اور ایوارڈ سے نوازا جاچکا ہے۔یہ خاکہ آپ کا خاکوں کے مجموعہ ’جانے پہچانے‘‘ سے ماخوذ ہے۔

©KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

الفاظ ومعانی:

تخلص	=	شاعر کا چھوٹا سا نام جو وہ اپنے کلام کے آخری شعر میں استعمال کرتا ہے۔			
مقطع	=	نظم کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔			
جدید	=	نیا	خواہاں	=	خواہش مند
چنداں	=	ہرگز	شگفتہ	=	تازہ کِھلا ہوا

لفظ	معنی	لفظ	معنی
فربہ	موٹا تازہ	جاذبیت	دلکشی
شوخی	شرارت	ظرافت	مذاق
تمکنت	شان وشوکت	وقار	قدر ومنزلت
معزز	عزت دار	تقریب	جلسہ
موصوف	جس کا ذکر کیا جارہا ہو	رواں	مسلسل
تاخیر	دیر	ارسطو	یونان کا مشہور فلسفی جو سکندر کا استاد ومشیر تھا
مکروہ	کریہہ، گھناؤنا	کرخت	سخت
انفرادیت	ذاتی صلاحیت	فصاحت	خوش بیانی
تلفظ	الفاظ کی ادائیگی	بلاغت	فصیح کلام
گریز	بچنا	منفرد	اکیلا
اچھوتا	انوکھا	شہسوار	گھوڑسوار
خزینے	خزانے	قطعی	آخری
سراپا	حلیہ	ڈگر	راستہ
راہی	مسافر	متاثر	اثر قبول کرنا
پوشیدہ	چھپا ہوا	مشاغل	پسندیدہ، مصروفیات
معمولات	روزمرّہ کے کام		

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

مرکب الفاظ ومعانی:

لفظ	معنی	لفظ	معنی
نومشق	نوسکھ، نیا		
لقمہ دینا	دوسرے کی بات میں بولنا		
مجسم سوال بننا	حیران ہونا		
گندمی رنگ	سانولی رنگت	گپ ہانکنا	شیخی بگھارنا

غروبِ آفتاب	=	سورج کا غروب ہونا
دولت کدہ	=	اخلاقاً دوسروں کے گھر کو کہتے ہیں
بے ساختہ	=	اچانک
زیب تن کرنا	=	پہننا
خوش پوشاک	=	جسے لباس پہننے کی تمیز ہو
جائے ولادت	=	پیدائشی مقام
خوش خوراک	=	ذائقہ دار کھانے والا
غزالی آنکھیں	=	ہرنی جیسی آنکھیں، خوبصورت آنکھیں
شاذونادر	=	کبھی کبھار
صحتِ زبان	=	زبان کی حفاظت
دیوان خانہ	=	ڈرائنگ روم
باذوق	=	شوق رکھنے والا
خوش اسلوبی	=	اچھا طریقہ
دل شکنی	=	دل توڑنا
دل آزاری	=	دل دکھانا
درخشندہ آفتاب	=	روشن سورج
نظم ونسق	=	بندوبست، انتظام
چہل قدمی	=	ٹہلنا
نمونۂ سلف	=	بزرگ کی مانند

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

متضاد الفاظ:

جدید x قدیم	شگفتہ x پژمردہ	الجھی x سلجھی
جاہل x عالم	خوش دلی x بے دلی	دل شکنی x دل جوئی
پوشیدہ x نمایاں	نومشق x کہنہ مشق	کھرے x کھوٹے
انفرادیت x اجتماعیت	غروبِ آفتاب x طلوع آفتاب	

سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے بننے والے مرکب الفاظ:

سابقے: وہ علامتیں، حروف یا الفاظ جو کسی دوسرے مفرد لفظ یا کلمے کے پہلے آ کر ایک نیا لفظ یا کلمہ بنا لیتے ہیں سابقے کہلاتے ہیں۔

جیسے:

بے + حد = بےحد　　　با + ذوق = باذوق　　　غیر+کسرتی = غیرکسرتی

صاحب+قلم = صاحبِ قلم　　　خوش+اسلوب = خوش اسلوب　　　ہم +محلّہ = ہم محلّہ

جائے +ولادت= جائے ولادت　　　نو+عمر = نوعمر

لاحقے: وہ علامتیں، حروف یا الفاظ جو کسی لفظ یا کلمے کے بعد آ کر ایک نیا لفظ یا کلمہ بناتے ہیں، لاحقے کہلاتے ہیں۔

جیسے　یاد+گار = یادگار　　　سفید+ مائل = سفید مائل

درد+مند = دردمند　　　اُردو+دان = اُردودان

مشقیں

I : (الف): واحد کی جمع اور جمع کی واحد بنائیے۔

خدمت، مشغلہ، شعراء، معمول، تصاویر، منزل، استاد،

(ب): ان الفاظ کے معنوی فرق بتائیے۔

کسرت،کثرت۔ شوق،شوخ ۔ تقریب،تخریب ۔ خبر،قبر ۔ صحرا،سہرا

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

II. ذیل کے سوالات کے جواب ایک جملے میں لکھئے۔

1. پروفیسر راہیؔ سے مصنف کی ملاقات کہاں ہوئی ؟
2. پروفیسر راہیؔ کا اصل نام کیا تھا؟

III. ذیل کے سوالات کے جواب دو یا تین جملوں میں لکھئے۔

1. پرفیسر راہیؔ کا حلیہ بیان کیجئے۔
2. صبح سویرے پرفیسر راہیؔ کی مصروفیات کیا ہوتی تھیں؟

IV. ذیل کے سوالات کے جواب چار یا پانچ جملوں میں لکھئے۔

1. پرفیسر راہی کلام پر کس طرح اصلاح دیتے تھے۔مثال دیجئے۔
2. پرفیسر راہیؔ کی شخصیت میں شوخی وظرافت تھی ایک مثال کے ذریعہ ثبات کیجئے؟
3. پرفیسر راہیؔ کی ادبی خدمات پر مختصر نوٹ لکھئے۔

V. تفصیلی جواب لکھئے۔

1. پروفیسر راہیؔ کی شخصیت پر نوٹ لکھئے۔

V. ان جملوں کی وضاحت کیجئے۔

1. ’’دوستوں کے دوست ہیں، مگر دشمنوں کے دشمن نہیں۔‘‘
2. ’’موصوف خوش پوشاک تو ضرور ہیں مگر خوش خوراک نہیں۔‘‘
3. ’’راہیؔ اپنی بھوک اور لوگوں کا غلط تلفظ کبھی برداشت نہیں کیا کرتے تھے‘‘۔

VI. متن کے حوالے سے تشریح کیجئے۔

1. ’’انہیں تو صرف تخلص بدلنا ہوتا ہے۔‘‘
2. ’’خدا ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔‘‘

عملی کام:

اپنے کسی دوست کا خاکہ لکھ کر اپنے معلم یا معلّمہ کو سنائیں۔

☆☆☆

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

C8N3N1

سلیمان خطیب

یوں تو سلیمان خطیب ہندوستان گیر شہرت کے مالک ہیں مگر اپنے وطن گلبرگہ میں بھی ان کی شان بے نیازی عجب بہار دکھاتی ہے۔ ان کے پرستاروں کی تعداد نا قابلِ شمار ہے۔ جن میں عام آدمی سے لے ریاست کے اعلیٰ حکام بھی شامل ہیں۔ اس مقبولیت میں عوامی شاعری کے علاوہ ان کی باغ و بہار شخصیت کی سحر کاری بھی شامل ہے۔

گندمی رنگ، دہرا جسم، ڈاڑھی منڈھی ہوئی، مونچھ ہٹلری، ایک عرصہ تک لیڈی کٹ عینک کے شیشوں سے بڑی بڑی آنکھیں جھانکتی رہیں۔ مگر اب رفتارِ زمانہ کے باعث عینک بدل گئی ہے۔ سر کے بال تفکرات کی نظر، رہے سہے بال ٹوپی کے کناروں پر جھالر کی شکل میں آویزاں، کبھی جناح کیپ تو کبھی آزاد کیپ، کبھی فیلٹ ہیٹ تو کبھی سفید سمور کی ٹوپی زیب سر کئے کشمیر سے واپسی کا اعلان کرتے نظر آئیں گے۔ شکم تیزی سے قُبہ بننے کی طرف مائل۔ قد میانہ، چال مستانہ، وضع دلیرانہ، شاعری تن دانا تا نا تانا۔ لیجئے یہ ہیں خطیب محمد سلیمان المعروف بہ ''سلیمان خطیب'' جو پہلی نظر میں فسانۂ آزاد کا کردار یا شنکر ویکلی کا کارٹون معلوم ہوتے ہیں۔

بظاہر ان کا یہ حلیہ بڑا بے ترتیب سا لگتا ہے مگر جب وہ شعر سنانے لگتے ہیں تو مجسم حسن دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام سننے کے لئے آدمیوں کا سیل رواں ٹھہر جاتا ہے اور داد و تحسین کے وہ پل باندھے جاتے ہیں کہ پوچھئے مت۔

مشاعرے میں جب تمام شعراء اپنا کلام سناتے ہیں تو خطیب صاحب کی باری آتی ہے وہ پہلے حاضرین

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

کوڈانٹ بتاتے ہیں، اپنی فقرہ بازی اور برجستہ گوئی سے ان پر رعب جماتے ہیں پھر شاعری کی شامت آجاتی ہے۔ کچھ نظم کچھ نثر۔ کبھی نظم مختصر تو اس کی لمبی تمہید اور کبھی تمہید مختصر تو نظم طول وطویل۔ ایک نظم سنانے کے بعد مائک سے اپنی نشست کی سمت بادل ناخواستہ واپسی کا قصد فرمانا چاہتے ہیں کہ سامعین تالیوں اور پیٹوں کے شور میں فرمائش کی بوچھاڑ کردیتے ہیں۔ شاعر کے بڑھتے ہوئے قدم رک جاتے ہیں۔ اپنے ہیرو کی واپسی پر عوام کی باچھیں کھِل جاتی ہیں۔ پہلی تاریخ، ساس بہو، چھورا چھوری، پہلی جمعگی، چچے، پاؤحکیم، ہراج کا پلنگ، فرط مسرت میں وہ ساری نظموں کے عنوان گنادیتے ہیں اور پھر شاعر بے چارہ کبھی نازاں، کبھی خنداں، کبھی شاداں، کبھی حیراں، فرمائشوں کی تکمیل کے لامتناہی سلسلہ سے وابستہ ہوجاتا ہے۔ عوام تحسین وآفرین کے غلغلہ سے مشاعرہ گاہ کو سر پر اٹھالیتے ہیں اور ایک عجیب سماں بندھ جاتا ہے، اس طرح کشمیر سے کنیا کماری تک بارہا مشاعرے پڑھتے ہی نہیں بلکہ لوٹتے ہی رہتے ہیں۔ بقول شخصے ''ہندوستان کا کوئی مشاعرہ ان کی شرکت کے بعد کامیابی سے بچ نہیں سکتا۔'' خطیب صاحب نے غضب کی یادداشت اور بلا کا حافظہ پایا ہے۔ وہ اپنی طول طویل نظموں ہی کے نہیں بلکہ اپنے سارے دیوان کے حافظ ہیں، کسی کاغذ یا بیاض کا سہارا لئے بغیر گھنٹوں اپنا کلام سناتے رہتے ہیں۔

سلیمان خطیب معین آباد ضلع بیدر کو اپنا وطن بتاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ 2/ ماہ کی عمر میں یتیم ویسیر ہوگئے، چچا نے پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم میدک میں ہوئی حیدرآباد سے میٹرک اور پنجاب سے منشی فاضل کیا۔ کلکتہ میں واٹر ورکس کی ٹریننگ حاصل کی۔ وہ کسی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل نہیں ہیں کیونکہ میٹرک کے بعد انہوں نے تعلیم کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔

سلیمان خطیب کی تہہ درتہہ چھپی ہوئی شخصیت کے مطالعہ کے لئے ہمیں دور تک ان کا ہم سفر ہونا پڑے گا۔ تب ہی ہم ان کے ساتھ چلنے والے خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار ہوسکتے ہیں۔ شاعری میں وہ ایک الگ روپ میں جلوہ گر ہوتے ہیں تو شخصی ملاقات میں دوسرا روپ دھار لیتے ہیں اور مشاعرہ میں کلام سناتے ہوئے یہ شخصیت مختلف ہوجاتی ہے۔ بازار میں مل جائیں تو وہ ایک مختلف فرد نظر آئیں گے اور گھر پر میزبانی کرتے ہوئے وہ کچھ اور لگتے ہیں۔ گویا موصوف تفاوت کا شکار ہیں یعنی گنجلک بھی ہیں، سادہ لوح بھی، مصلحت پسند بھی ہیں، صاف گو بھی، شاعر بھی ہیں اور اداکار بھی، کم سخن بھی ہیں باتونی بھی، خوش پوش بھی ہیں، سادہ لباس بھی، سلیقہ مند بھی ہیں اور لاابالی بھی، بے باک بھی ہیں، شرمیلے بھی، فضول خرچ بھی ہیں، کفایت شعار بھی، خوش

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS

خوراک بھی ہیں اور فاقہ مست بھی، ان کی سادگی اس وقت ابھرتی ہے جب وہ سر بازار کسی بھی عام آدمی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر گھنٹوں محو کلام ہوتے ہیں وار ان کی مشیخت اس وقت نقطۂ عروج پر ہوتی ہے جب وہ اعلیٰ افسروں یا معززین شہر کے حلقہ میں گھرے رہتے ہوں۔ کسی ریستوران کی نکڑ پر مل جائیں تو اصرار کے باوجود چائے پلانے سے گریز کریں گے۔ مگر موصوف گھر پہنچ کر سخی حاتم کا روپ دھارلیں گے اور اپنے دوستوں کی اس طرح آؤ بھگت کریں گے کہ کسی عزت مآب اور تقدس مآب کے اعزاز میں ضیافت دے رہے ہوں۔

خطیب صاحب خودنمائی کا شکار ہیں یا نہیں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر گھنٹوں اپنی ذات کو موضوع گفتگو بناتے ہوئے تھکتے نہیں، زبان قینچی کی طرح چلتی رہتی ہے۔ مگر ان کی اسکوٹر چلتی نہیں بلکہ رینگتی ہے۔ پچھلی نشست پر بیٹھنے والا ان کی سست رفتار اسکوٹر سے کسی بھی وقت اتر کر پھر سوار ہوسکتا ہے۔ تحسین وذم کے معاملہ میں بھی موصوف افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ کسی کی تعریف پر کمربستہ ہوجائیں تو اسے آسمان پر اٹھالیں گے اور کسی کی مذمت مقصود ہو تو اس کو زمین میں دھنسا دیں گے۔

روزانہ کے معاملات میں بھی کوئی باقاعدگی نہیں ہے۔ رات دیر گئے سوتے ہیں اور کافی دن چڑھے اٹھتے ہیں۔ قلب پر پہلا حمہ ہوا۔ بلڈ پریشر بڑھتا رہا۔ مگر راتوں میں جاگنے بے وقت کھانے، پرہیز توڑنے اور طویل سفر کی زحمت برداشت کرنے سے انہیں کون روک سکتا تھا؟ کوئی بھی تو نہیں نہ احباب نہ رفیقۂ حیات، نہ ہی معالج خصوصی۔ انہی گونا گوں خصوصیات کے باعث امیر احمد خسرو یہ چیلنج کرنے میں حق بجانب نظر آتے ہیں۔

وہ میرے یار غار کا میرے حبیب کا
لائے کوئی جواب سلیمان خطیب کا

وہاب عندلیبؔ

تخلیق کار:

پورا نام محمد عبدالوہاب ہے۔ 25؍دسمبر 1933ء گگن مڑی میں پیدا ہوئے قلمی نام وہاب عندلیب ہے۔ ابتدائی تعلیم گگن مڑی میں ہوئی۔ مڈل اسکول آصف گنج گلبرگہ میں پانچویں جماعت میں داخلہ ہوا۔ 1951ء کے بعد آرٹس کالج عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں داخلہ لیا۔ علمی وادبی ماحول ملا یہیں سے ان کی علمی و ادبی

NOT TO BE REPUBLISHED ©KTBS

سرگرمیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ بی اے مکمل کرنے کے بعد ایل بی میں داخلہ لیا لیکن دلچسپی نہ ہونے کے سبب یہ کورس مکمل نہیں ہوسکا۔ اس کے بعد فلسفہ کی ڈگری حاصل کی۔ بی ایڈ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ مختلف اسکولوں میں درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد 1974ء میں بحیثیت لکچرر تقرر ہوا۔ 1982ء میں پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ 1991ء کو اس فرض سے سبکدوش ہوئے۔ ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں اُردو اکاڈمیوں نے انھیں ایوارڈ سے نوازا۔ ان کی تصانیف میں ''قامت و قیمت''، ''تحقیق و تجزیہ''، ''گفتار و کردار''، ''تارنظر'' وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی خدمات کے لئے حامد اکمل کا ایک جملہ کافی ہے ''وہاب عندلیب صاحب سراپا اُردو ہیں''۔

الفاظ و معانی:

پرستار	=	چاہنے والے	مشیخت	=	بڑائی، شیخی، بزرگی
گنجلک	=	پیچیدہ، مشکل	وثوق	=	یقین
تفکر	=	غور وفکر، سوچ بچار	معالج	=	علاج کرنے والا
محتاط	=	سنبھل کر	بیر	=	دشمنی
تفاوت	=	فرق	آفاقی	=	آسمان کا کنارہ
تعین	=	مقرر کرنا	تجاوز	=	حد سے زیادہ آگے بڑھنا
قبہ	=	گنبد	غلغلے	=	شور، گڑبڑ
ضیافت	=	دعوت، مہمان نوازی	طولانی	=	لمبائی
قصد	=	ارادہ	ادعا	=	دعویٰ کرنا
مقالہ	=	بات کہی ہوئی			

مرکب الفاظ و معانی:

سحر کاری	=	جادوگری	زماں ومکاں	=	وقت وجگہ
مجسم حسن	=	مکمل حسن، خوب صورتی کی مثال	تحسین وآفرین	=	سراہنا، تعریف کرنا
مدح وثنا	=	تعریف و بڑائی	چپ سادہ لینا	=	خاموش ہوجانا
قرین قیاس	=	اندازہ کے بالکل قریب	تحسین وذم	=	تعریف اور ہجو، بڑائی

©KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

سیلِ رواں	=	بہتا ہوا پانی، سیلاب	فقرہ بازی	=	زبانی چھیڑ چھاڑ
وضع قطع	=	لباس و جسمانی بناؤ سنگار	سادہ لوح	=	سیدھے سادے مزاج کا آدمی
ہئیت ترکیبی	=	ظاہری بناوٹ	لاابالی	=	لاپروا، بے پروا
بادلِ ناخواستہ	=	ناچاہتے ہوئے			
مصلحت پسند	=	موقع شناس، حالات کی نزاکت کا خیال رکھنے والا			

III. متضاد الفاظ:

شہر	x	گمنامی	فضول خرچ	x	کفایت شعار	بہار	x خزاں
طویل	x	عریض	سفید	x	سیاہ	رحمت	x زحمت
عروج	x	زوال	حیات	x	موت	سست رفتار	x تیز رفتار

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

مشقیں

I : (الف): واحد کی جمع اور جمع کی واحد بنائیے۔

زمانہ، تفکرات، مشاعرے، مسئلہ، تذکرہ، معمولات، مقالہ، حلقہ، انتخاب، خدمات

(ب): معنوی فرق بتائیے۔

آم، عام   نذر، نظر   اصرار، اسرار   کسرت، کثرت

شوخ، شوق   تقریب، تخریب   خبر، قبر   صحرا، سہرا

II. ذیل کے سوالات کے جوابات ایک جملے میں لکھیے۔

1. سلیمان خطیب کی ابتدائی تعلیم کہاں پر ہوئی؟
2. خطیب صاحب کو بُرا بھلا کہنے والے لوگ کیا کرتے تھے؟

III. ذیل کے سوالات کے تفصیلی جوابات لکھئے۔

1. سلیمان خطیب صاحب کا حلیہ بیان کیجئے۔
2. مشاعرہ میں خطیب صاحب اپنا کلام کس طرح سُناتے تھے؟
3. سلیمان خطیب کی شخصیت پر مختصر نوٹ لکھئے۔

IV. ان جملوں کی وضاحت کیجئے۔

1. کم سخن بھی ہیں، باتونی بھی۔
2. کسی کی تعریف پر کمر بستہ ہو جائیں تو اسے آسمان پر اُٹھالیں گے۔
3. ''مگران کی اسکوٹر چلتی نہیں بلکہ رینگتی ہے۔''
4. ''ہندوستان کا کوئی مشاعرہ ان کی شرکت کے بعد کامیابی سے بچ نہیں سکتا۔''

عملی کام:

کسی مشہور شخصیت کے خاکہ کا مطالعہ کیجئے۔

☆☆☆

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

سبق: 19

خاکِ وطن اور خونِ شہیداں

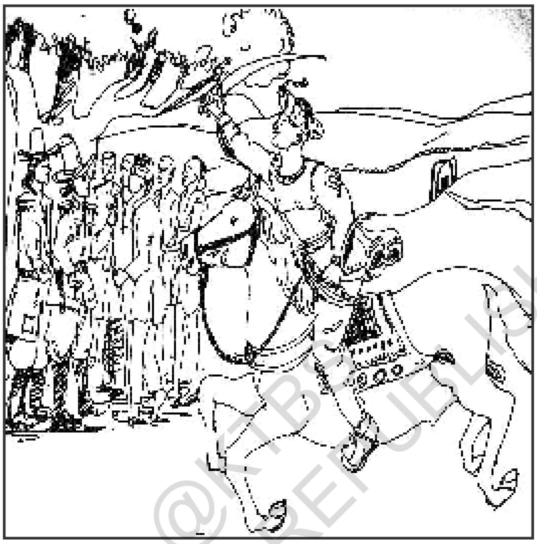

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

(یہ ایک ڈراما ہے۔ ڈراما ایک یونانی لفظ ''ڈراؤ'' سے مشتق ہے۔ جس کے معنیٰ 'کر کے دکھانے' کے ہیں۔ صحیح معنوں میں ڈراما مجسم عمل ہے۔ یہ پڑھنے سے زیادہ دیکھنے کی چیز ہے۔ انسانی زندگی کی عملی تفسیر ہے ۔ یہ ایک ایسی صنف ہے، جسے ناظرین تک پہنچانے کے لئے اسٹیج درکار ہوتا ہے۔)

یوں تو ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کے لئے کئی لوگوں نے اپنی جان و مال کی قربانیاں دیں، لیکن ان تمام مجاہدینِ آزادی میں نواب حیدر علی خاں بہادر، اور ان کے بیٹے حضرت ٹیپو سلطانؒ شہید کا نام سرفہرست ہے۔ افسوس کہ حضرت ٹیپو سلطانؒ شہید نے جن امراء و وزراء پر بھروسہ کیا وہی غدار نکلے اور انگریزوں سے جا ملے۔ حضرت ٹیپو سلطانؒ میسور کی چوتھی جنگ میں شیر کی طرح لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور اپنا کہا سچ کر دکھایا کہ ''گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے''۔

اس ڈرامے کے دو مناظر میں ٹیپو سلطان کے خلاف بچھائے گئے جال اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کی ٹیپو سلطانؒ کی آخری کوشش کو پیش کیا۔

ڈراما کے کردار

غولِ بیابانی، چڑیل، خونِ آشام ← تاریک رات کے سفلی عناصر

ٹیپو سلطان : سلطانِ میسور

سید غفار : میسوری فوج کے افسر

خداداد خاں: سلطانی محافظ

میر غلام علی خان: ناظمِ اعلیٰ

راجہ خاں : ٹیپو سلطان کا خاص غلام

میر صادق : وزیرِ سلطنت

سداشیو : ایک جانباز ہرکارہ

میر ندیم : سری رنگ پٹن کے قلعہ دار

شاستری جی، محمد حسین ← : ستارہ شناس

پورنیا : وزیرِ سلطنتِ میسور

لیفٹنٹ ہل، لیفٹنٹ لارنس، ڈیوڈ بیرڈ ← انگریز فوج کے افسر

@KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

پہلا منظر:

سری رنگ پٹن: جنوب مغربی فصیل کا ایک حصّہ:

(گہرے اندھیرے کے باعث کچھ سجھائی نہیں دیتا۔صرف کتوں کے بھونکنے اور رونے کی آوازیں آتی ہیں۔مدھم سی روشنی میں غول بیابانی کی آمد ہوتی ہے۔)

غول بیابانی: اماوس کی کالی رات ! ہر طرف انسانی گوشت،خون،خون کی خوشبو!(خون کو منجمد کر دینے والی ایک قِلقاری لگا کر) کل کا سورج یہاں انسانی جسموں کو خاک وخون میں تڑپنے کا منظر دیکھے گا،وہ منظر دیکھے گا،جو برسوں سے نہ دیکھا گیا ہو!

(قدیم برگد کی جٹاؤں سے جھول کر ایک چڑیل دھم سے نیچے کودتی ہے۔)

چڑیل : حضرتِ ارزال کی نوکدار دم کی قسم !تم نے بالکل سچ کہا ! کل کاویری کے کنارے خون کی ندیاں بہیں گی !

غول بیابانی : تو کہاں سے ٹپک پڑی کمبخت؟

چڑیل : اس درخت کی شاخ سے !کل اونچی شاخوں پر بیٹھی میں اس تباہی کا نظارہ کروں گی ! خون کی ندیاں ! ہا... ہا(خون آشام ایک مہیب آواز کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔)

خونِ آشام : خون کی ندیاں ! ہاں !!!!!!خون کی ندیاں ! اب اس ازل کی پیاسی کی پیاس.... ضرور بجھے گی !

غول بیابانی : کاش میرا بس چلے، اور میں ساری ساری لاشیں خود سے کھا جاؤں !
(کھٹا کھٹ کی اور ساتھ ساتھ گھسٹتے ہوئے انسانی قدموں کی آوازیں آتی ہیں۔)

چڑیل : (کریہہ آواز میں ہنس کر) کوئی مانس آرہا ہے۔کہوتو ان کا شکار کرلوں؟

غول بیابانی : خبردار ! انہیں نقصان نہ پہنچے۔یہ ہمارے بھائی بندھو ہیں۔

خونِ آشام : یہ ہمیں دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں گے۔چلو ہم سب چھپ جائیں
(دفعتاًوہ تین بلائیں غائب ہوتی ہیں۔میر غلام علی خان جریب ٹیکتے ہوئے ہاتھ میں روشن قندیل لئے داخل ہوتا ہے۔)

میر غلام علی خان: کس قدر ہولناک سماں ہے۔وہ لوگ ابھی تک کیوں نہیں آئے؟

پس پردہ آواز : تم خود جلد آگئے ہو! نئے فقیر کو بھیک کی جلدی ہوتی ہے۔
(میر غلام علی چونک کر آواز کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔میر صادق اور قلعہ دار میر ندیم داخل ہوتے ہیں۔)

میر صادق : آجائیں گے۔ڈر کس بات کا ہے؟ ویسے بھی اماوس کی اس تاریک رات لوگ ہمیں بھوت ہی سمجھیں گے۔لنگڑا بھوت!

میر غلام علی خان: لاحول ولاقوۃ ! یہ بے ہودہ مذاق نہ کرو۔

میر ندیم : سلطان کو ہم پر شبہ ہوگیا ہے۔اس سے پہلے کہ پانی سر سے اونچا ہوجائے........

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

میر غلام علی خان: پانی تو سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ اب تو صرف تخت یا تختۂ مرگ

میر صادق : تختہ تمہارے لئے، تخت ہمارے لئے۔

میر غلام علی خان: کہیں ایسا نہ ہو کہ نہ تخت نہ تختہ! زناردار کا کوسوں پتہ نہیں ہے۔ کہیں وہ دوہری چال تو نہیں چل رہا؟

میر صادق : (درشتگی سے) اپنے اندیشے اپنی ہی ذات تک محدود رکھو۔ وہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔

میر ندیم : جناب ! دریا پار ایک مدھم سی روشنی حرکت کر رہی ہے۔

میر صادق : ندیم ! تم قندیل سے اشارہ دو۔

(میر ندیم میر غلام علی خاں سے قندیل لے کر اسے حرکت دیتا ہے۔ پورنیا سایہ کی طرح داخل ہوتا ہے اور بے زبان کی طرح خاموش کھڑا رہتا ہے۔)

میر ندیم : کیا بات ہے محترم ! آپ یوں خاموش کھڑے ہیں جیسے کسی عزیز کے کریا کرم سے واپس ہوئے ہیں۔

پورنیا : کیا سلطان ہمارے عزیز نہیں ہیں؟ کیا یہ سب انکی تجہیز و تکفین کی تیاریاں نہیں ہیں۔

میر صادق : ایسے وقت پر آپ کا یہ بیان ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

پورنیا : میر صاحب! میں عجیب کشمکش میں ہوں! (خود سے) کاش عمر کے اس دور میں پورنیا ایسی آزمائش سے دوچار نہ ہوتا۔

میر صادق : آپ کے یہ الفاظ ہمیں ڈرا دیتے ہیں۔ منزل سے اس قدر قریب ہو کر اب آپ واپس لوٹنا چاہتے ہیں؟

پورنیا : نہیں اب میں اس حد تک پہنچ چکا ہوں، جہاں سے واپسی ناممکن ہے۔

میر صادق : بہتر ہوگا اگر آپ اس ناٹک میں اپنا کردار واضح کر دیتے۔

پورنیا : میں ایک خاموش تماشائی بن کر رہنا چاہتا ہوں۔

(پس پردہ قدموں کی آواز آتی ہے۔ لیفٹننٹ ہل اور لیفٹننٹ لارنس داخل ہوتے ہیں)

لیفٹننٹ ہل : شب بخیر! سردارانِ ذی شان !

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

میر صادق : شب بخیر! صاحبان! تم نے دیر لگادی ! وہ کہاں ہیں؟

لیفٹننٹ ہل : وہ آنے ہی والے ہیں، ہم شش و پنج میں مبتلا تھے۔

لیفٹننٹ لارنس : ہم لوگ اس اندیشہ میں مبتلا ہیں کہ کل کیا ہوگا؟

میر صادق : کل.............کل شیر شکاریوں کے غول میں گھر جائے گا۔کل تمہاری فتح ہوگی۔

لیفٹننٹ لارنس : اگر صرف باعزت بری ہو گئے تو یہ ہماری بڑی فتح ہوگی۔غذائی مسئلہ ہمارے لئے انتہائی نازک بن گیا ہے۔

لیفٹننٹ ہل : کل تک اگر کرنل ریڈ اور کیپٹن منرو کے بھیجے ہوئے بنجارے ہمیں غذا فراہم نہ کریں تو سپاہیوں کو فاقہ کش ہونا پڑے گا۔

میر غلام علی خاں : کیا تمہیں خبر نہیں کہ سلطان نے ایک فوجی دستہ رسد کے قافلوں کو روکنے کے لئے بھیجا ہے؟

لیفٹننٹ لارنس : اوہ.....میرے خدا اب کیا ہوگا؟

(ڈیوڈ بیرڈ داخل ہوتا ہے)

ڈیوڈ بیرڈ : اب اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ زندگی اور موت کا ایک معرکہ کیا جائے۔

میر صادق : آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا۔کل اگر ندیوں میں باڑ آجائے تو اس جزیرہ میں سوائے پرندوں کے اور کوئی داخل ہو نہ سکے گا۔

ڈیوڈ بیرڈ : ہم جانتے ہیں !.....اب تو صرف کچھ کرنے یا مرنے کا وقت ہے۔صاحبان ! ہمیں قلعہ کا وہ شگاف دکھایا جائے۔

میر صادق : (قلعہ کی بھول بھلیوں کی طرف اشارہ کرکے) اُدھر دیکھئے اس طرف جہاں وہ مشعل جل رہی ہے۔

ڈیوڈ بیرڈ : اوہ ! میرے خدا ! ہماری توپوں نے کافی ستم ڈھایا ہے۔

میر صادق : کچھ تمہاری توپوں اور کچھ مرمت کی طرف سے ہماری غفلت نے !

ڈیوڈ بیرڈ : سلطان کو اس کی خبر نہیں ہے؟

میر صادق : ہے بھی، اور نہیں بھی۔اکثر کوئی بھی خبر ہم سلطان تک پہنچنے نہیں دیتے۔اب

NOT TO BE REPUBLISHED
©KTBS

ضروری امر یہ ہوگا کہ کل دو پہر قلعہ پر حملہ کیا جائے۔

ڈیوڈ بیرڈ : اگر ایسی بات ہے تو ڈیوڈ بیرڈ کے اختیار میں جو کچھ ممکن ہے وہ کرے گا۔ ہمیں قلعہ کا نقشہ اور دفع سے متعلق انتظامات کی تفصیلات درکار ہیں۔

میر صادق : میر ندیم !

(میر ندیم چند کاغذات ڈیوڈ بیرڈ کو پیش کرتا ہے۔قندیل کی روشنی میں وہ انہیں دیکھتا ہے۔)

ڈیوڈ بیرڈ : ان دیواروں پر سید غفار متعین ہے نا؟

میر صادق : ہاں! لیکن ہم اسے یہاں سے ہٹانے کا بندوبست کریں گے۔کل کی کڑی دھوپ میں اس پر سبز آفتاب گیر کا سایہ کیا جائے گا۔ پھر تمہارے کسی ماہر گولنداز کو اپنی توپ کا نشانہ بنانا مشکل نہ ہوگا۔

ڈیوڈ بیرڈ : یہ ممکن ہے۔لیکن فصیل پر موجود سپاہیوں کا کیا کیا جائے؟

میر صادق : اس کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔ پورنیا مہاراج انہیں درماہ تقسیم کرنے کے لئے خزانہ پر طلب کریں گے اُدھر وہ قورخانہ میں اپنے اسلحہ جمع کر کے تنخواہ لینے جائیں گے، اور اِدھر انگریزی فوج جو دریا پار خندقوں میں چھپی بیٹھی ہوگی!

........آپ سمجھ گئے نا ؟

ڈیوڈ بیرڈ : اب نہ سمجھنے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟ آپ نے بہت سی مشکلوں کو آسان کر دیا ہے۔ یقین رکھئے، اس کے صلے میں آپ کی آئندہ نسلیں زندگی بھر کی عیش و عشرتیں دیکھیں گے۔

(دور سے فصیلوں اور چوکیوں سے پہرہ داروں کی آوازیں آتی ہیں۔)

میر صادق : اب زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔

ڈیوڈ بیرڈ : ہمیں جلد اپنے اعلیٰ افسروں تک پہنچنا ہے۔ خدا حافظ!

میر صادق : خدا حافظ ! فتح و نصرت !

(سب یک لخت رخصت ہوتے ہیں)

© KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

دوسرا منظر:

(سری رنگ پٹن شمالی فصیل کے اندر ایک چھولداری 28 ذی قعدہ 1213 ہجری مطابق مئی 1799ء کا فیصلہ کن دن۔)

(شدید دھماکے کے ساتھ ایک قلعہ شکن توپ کے چلنے کی آواز آتی ہے۔ پرندے گھبرا کر شور مچاتے ہوئے اڑتے ہیں۔)

سید غفار : شکست و ریخت کا دفتر کھل گیا، اس بار شمال کی دیوار نشانہ پر ہے۔ حضور اجازت دیجئے! مجھے میرا فرض پکارتا ہے۔

ٹیپو سلطان: خدا حافظ.......خدا حافظ سید غفار.......خدا تمہاری مراد پوری کرے۔

(سید غفار رخصت ہوتا ہے۔ غلامِ خداداد خاں پنجابی داخل ہوتا ہے۔)

خداداد خاں: سرکار ! شاہی نجومی باریابی کی اجازت چاہتے ہیں۔

ٹیپو سلطان: کاروبار جنگ کی اس مصروفیت میں وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

خداداد خاں: کسی اہم معاملہ میں وہ حضور سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

ٹیپو سلطان: انہیں حاضر کرواور راجہ خاں کو بھی۔

(خداداد خاں سرتسلیم خم کر کے جاتا ہے۔ شاہی منجم داخل ہو کر آداب بجالاتے ہیں اسی وقت سلطان کا خاص ملازم راجہ خاں بھی داخل ہوتا ہے)

ٹیپو سلطان: شاستری جی، محمد حسین منجم اب کونسی آفت آپڑی ہے؟

شاستری جی: مہاراج ! آج کا دن ذاتِ عالی کے لئے نجس ہے۔

ٹیپو سلطان: کوئی دن کوئی گھڑی از خود نجس نہیں ہوتی۔ ہمارے اعمال اسے اچھا یا بُرا بناتے ہیں۔..........بتایئے اس کا ازالہ کس صورت ہو؟

محمد حسین : حضور! صدقات وخیرات سے آسمانی بلیات ٹلتی ہیں۔

شاستری جی: دان پن سے 'راہو' کی غضب ناک نگاہیں مہربان ہوتی ہیں۔

ٹیپو سلطان: راجہ خاں! میر صادق کو ہمارا حکم دو! برہمنوں، درویشوں اور مسکینوں کو نقد وجنس تقسیم کی جائے۔ اب ہم ٹوٹی ہوئی فصیل کا معائنہ کریں گے۔

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

راجہ خاں : جو حکم عالی جاہ !

صبح کے اجالے میں سینکڑوں پرندوں کی ملی جلی آوازیں آتی ہیں۔ سنگین چھولداری مکینوں سے خالی ہے۔ پس منظر میں نظر آنے والے خیموں میں سلطانی خدام مصروف کار ہیں۔)

ہاتفِ غیبی : قوموں کی تقدیریں بدلنے والا دن طلوع ہو چکا ہے۔

(ٹیپو سلطان اور سید غفار داخل ہوتے ہیں۔ ٹیپو سلطان کچھ دیر تک اوپر گھنے درختوں کو دیکھتے ہیں)

ٹیپو سلطان: تمام پرندے حمد و ثنا میں مصروف ہیں۔ آج نماز کی کیفیت عجیب تھی۔ ملاّ حسن قاری نے دلوں پر رقت طاری کر دی۔

سید غفار : صحن مسجد میں حضور کے معتمدِ خاص میر حبیب اللہ اور دیگر عمائدین شہر نے بڑی ہمت سے کام لیا اور خلوص دل سے حضور کی سلامتی چاہ رہے تھے۔

ٹیپو سلطان: ہاں ! انہوں نے ہم سے التجا کی کہ ہم اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر رحم کریں۔ سید غفار ! اللہ بہتر جانتے ہیں! اپنی رعایا کی دیکھ بھال ہم نے اپنے بیوی بچوں سے بڑھ کر کی ہے۔

سید غفار : یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ وطن کے لئے حضور کی بہت ساری قربانیاں بیکار گئیں۔

ٹیپو سلطان: اللہ کی مرضی۔

سید غفار : اللہ نے چاہا تو اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے ارادے اب بھی خاک میں مل سکتے ہیں۔ عالی جاہ سے گذارش ہے۔ آپ اپنے اہل و عیال، فوج خاص اور خزانہ عامرہ کے ساتھ چترادرگ کے قلعہ میں چلے جائیں۔

ٹیپو سلطان: یعنی تم لوگوں کو بیچ منجدھار میں چھوڑ دیں اور خود کنارے لگ جائیں؟ یہ ٹیپو کی فطرت میں نہیں ہے کہ اپنے دوستوں کو موت کے منہ میں ڈھکیل دے اور اپنی زندگی کی حفاظت کرے۔ یہ زندگی اس کی آسائشیں اپنے اہل و عیال کے عزیز نہیں ہوتے؟ کیا تمہیں عزیز نہیں ہیں سید غفار۔

سید غفار : (مغموم لہجہ میں) عزیز ہیں عالی جاہ! لیکن فرض سے بڑھ کر نہیں۔

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS

ٹیپو سلطان: ہمارے لئے بھی نہیں ! ہم اپنی ذات کو اپنی اولاد کو اور جان و مال کو وطن پر نثار کر چکے ہیں۔ (شاہی منجم اور راجہ رخصت ہوتے ہیں۔ دو پہر ہو گئی ہے اس دوران گولہ باری شدید ہے۔ ٹیپو اور راجہ خاں داخل ہوتے ہیں)

ٹیپو سلطان: لعنت ہو ان غداروں پر! ہمارے سردار جا بجا متعین ہیں لیکن ان سے کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ تنہا سید غفار کیا کر سکتا ہے۔
راجہ خاں! ہمارے سب اسلحے تیار رکھو۔ طاؤس (ٹیپو سلطان کا گھوڑا) کو بے زین نہ کرو۔

راجہ خاں : جو حکم عالی جاہ!

ٹیپو سلطان: (راجہ خاں سے) شمشیر خار شگاف پیش ہو۔
(راجہ خاں ادب سے سر جھکائے رخصت ہوتا ہے۔ ٹیپو سلطان سنگی کرسی پر بیٹھے گہری سوچ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پس منظر میں جنگ کی آوازیں زوروں پر ہیں راجہ خاں داخل ہوتا ہے۔ اور سلطان کو تلوار پیش کرتا ہے۔ سلطان زیر لب کچھ پڑھ کر مرصع پٹی سے لگی ہوئی تلوار کمر سے باندھتے ہیں۔ اسی وقت باہر ہلکا سا شور اٹھتا ہے۔ سدا شیو ہرکارہ داخل ہوتا ہے)۔

سدا شیو : مہاراج غضب ہو گیا! میر میران سید غفار توپ کے گولہ سے شہید ہو گئے۔

ٹیپو سلطان: انا للہ و انا الیہ راجعون!
بہادر موت سے نہیں ڈرتے ہیں۔ سید غفار بہادر تھا۔ اب ہم بھی اس کے ساتھ چلیں گے "گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔"

پس پردہ آواز: حضور! دہائی ہے فرنگی سپاہی شگاف کی راہ قلعہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

ٹیپو سلطان: سدا شیو یہ امتحان کی گھڑی ہے۔ (نیام سے شمشیر خارِ شگاف کھینچ کر ایسی آواز میں جو ہنگامہ، جنگ پر حاوی ہے۔)
خدایا ! مجھے استقامت عطا فرما............شمشیر! کشیدن !

پسِ پردہ آواز: میرے خاک و خون سے تو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا
صِلۂ شہید کیا ہے ؟ تب و تاب جاودانہ !
(میلوں دور سے شیر کی گرج اور پھر اذان کی آواز آتی ہے۔)

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS

تخلیق کار:

خلیل منظرؔ 14 جولائی 1928ء کو سکلیشپور (منظر آباد) ضلع ہاسن کرناٹک میں پیدا ہوئے پھر آپ نے میسورو میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے والد کا نام عبدالعزیز تھا۔ آپ اُردو کے ایک اچھے افسانہ نگار، ناول نگار اور ڈراما نگار تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ''خاکِ وطن اور خونِ شہیداں'' ان کا ایک طویل ادبی ڈراما ہے۔ یہ دراصل ٹیپو سلطان کی تاریخ ہے جسے ڈرامے کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ اس ڈرامے میں جملہ 15 ایکٹ ہیں جسے 53 مناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ اس ڈرامے کو پہلے ان کے بھائی نصیر احمد نے انگریزی میں لکھا۔ اسی پلاٹ پر خلیل منظرؔ نے اس کو اُردو میں منتقل کر کے 1990ء میں شائع کیا۔ اوپر دیئے گئے دو مناظر اسی ڈرامے سے ماخوذ ہیں۔ ''دامِ خیال'' خلیل منظری کا لکھا ایک ناولٹ ہے جو 1993ء میں منظر عام پر آیا۔ خلیل منظرؔ 13 ستمبر 2000 کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔

الفاظ و معانی:

فراوانی	= کثرت	اماوس	= قمری مہینے کا آخری دن	اندیشہ	= گمان
قندیل	= ایک قسم کا فانوس	غول	= مجمع	دفع کرنا	= دور کرنا
معرکہ	= جنگ	اسلحہ	= ہتھیار	مرمت	= درستی
رقت	= دل بھر آنا، ہیبت				
مانس	= انسان	منجدھار	= دریا کا بیچ		
شبہ	= شک	ازالہ	= زائل کرنا، مٹانا		
محدود	= حد کیا گیا، کم	متعین	= مقرر		
عزیز	= دوست	خندق	= گڑھا		
بنجارہ	= غلّے کا سوداگر	معتمد	= قابل اعتبار، سکریٹری		
غفلت	= لاپرواہی	نثار	= قربان		
شگاف	= دروازے میں بنا سوراخ	معائنہ	= جانچ		
سماں	= موسم	درماہ	= تنخواہ		

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

کوس	=	تقریباً دو میل کا فاصلہ	نصرت	=	مدد، فتح، جیت	امر	= کام
مدھم	=	دھیما	نجس	=	ناپاک	کشیدن	= کھینچنا
کشمکش	=	الجھن	شمشیر	=	تلوار		
رسد	=	غلّہ					

مرکب الفاظ و معانی:

حضرتِ ارزال	=	شیطان	ہولناک	=	دل دہلانے والا
زناردار	=	برہمن	کریا کرم	=	مردہ کے آخری رسومات
تجہیز و تکفین	=	کفن دفن کا انتظام	ذیشان	=	شان والا
شش و پنج	=	کشمکش	فاقہ کش	=	بھوکے مرنا

آفتاب گیر	=	دھوپ سے بچانے والا سایہ	گولنداز	=	توپ چلانے والا
قورخانہ	=	اسلحہ خانہ	خزانۂ عامرہ	=	بھرا ہو خزانہ
خونِ آشام	=	خون پینے والا خونخوار	تختۂ مرگ	=	پھانسی کا تختہ
شمشیر خارِ شگاف	=	پتھر کو چھیدنے والی تلوار، ٹیپو سلطان کی تلوار کا نام			

محاروں کا مطلب:

ٹپک پڑنا	=	اچانک حاضر ہونا	پانی سر سے اونچا ہونا	=	حالات قابو سے باہر ہونا
تاب نہ لانا	=	برداشت نہ کرنا	چال چلنا	=	فریب دینا
واضح کرنا	=	صاف کر دینا	ستم ڈھانا	=	ظلم کرنا
معذرت خواہ ہونا	=	معافی چاہنا			
دوچار ہونا	=	سامنا کرنا			
دوراہے پر کھڑے ہونا	=	فیصلہ نہ کر پانا			
دفتر کھولنا	=	شروع ہونا، ابتداء کرنا			

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

مشقیں

I : (الف) ان الفاظ کی ضد بتائیے۔

عزت، ویران ، ابد ، مختار ، روشن ، کم تر

بدی ، دعا ، موت، خارج، طلوع، عام

(ب) واحد کی جمع اور جمع کی واحد بنائیے۔

سلطان ، اوقات، الفاظ ، نقشہ ، انتظام

تفصیل، مسئلہ ، عجائب ، فوج ، منزل

(ج) ان الفاظ کے معنوی فرق بتائیے۔

قَسم،قِسم ۔ گَھر، گِھر ۔ شیر، شعر ۔ چھَپ،چھُپ۔ دَل، دِل

سَر،سُر ۔ کُل، گُل ۔ دَور ، دُور۔ سورت،صورت

عیال،ایال ۔ شاخ، شاق ۔ اسلحہ ،اصلاح ۔ بَری،بُری

II. ذیل کے سوالات کے جواب ایک جملے میں لکھئے۔

1. سفلی عناصر کون سے ہیں؟
2. غول بیابانی نے ایسا کیوں کہا کہ اندھیرے میں آنے والے لوگ ان کے بھائی بندھو ہیں؟
3. ٹیپو سلطان کے ساتھ غداری کرنے والوں میں کون کون شامل تھے؟
4. لیفٹنٹ لارنس کے سامنے انتہائی نازک مسئلہ کونسا تھا؟

© KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

5. انگریزی فوج ٹیپو سلطان کے قلعہ میں کس راہ سے داخل ہوتی ہے؟

6. ڈیوڈ بیرڈ، ٹیپو سلطان کے غداروں کو کس بات کا لالچ دیتا ہے؟

7. آخری وقت ٹیپو سلطان کی زبان پر کیا کلمات تھے؟

III. ذیل کے سوالات کے جوابات دو یا تین جملوں میں لکھیے۔

1. سفلی عناصر اگلے دن ہونے والے واقعہ کی کیا پیشن گوئی کرتے ہیں؟

2. پورنیا ایک خاموش تماشائی بن کر کیوں رہنا چاہتا تھا؟

3. میر صادق سید غفار کو راستے سے ہٹانے کا کیا منصوبہ بناتا ہے؟

4. سید غفار ٹیپو سلطان سے کیا گذارش کرتے ہیں؟

5. شاہی نجومی ٹیپو سلطان کو کس بات سے باخبر کرتے ہیں؟ اور اس کے ازالے کی کیا تدبیر بناتے ہیں؟

IV. ذیل کے سوالات کے جوابات چار یا پانچ جملوں میں لکھیے۔

1. کس سازش کے تحت فصیل پر موجود سپاہیوں کو ہٹانے کا منصوبہ بنایا جاتا ہے؟

2. ٹیپو سلطان سید غفار کے مشورہ کو کیوں رد کر دیتے ہیں؟

V. تفصیلی جواب لکھیے۔

1. اس ڈراما کی مدد سے ٹیپو سلطان کے کردار پر ایک نوٹ لکھیے۔

V. متن کے حوالے سے تشریح کیجیے۔

1. ''کل شیر شکاریوں کے غول میں گھر جائے گا۔''

2. ''ہم اپنی ذات کو اپنی اولاد کو اور جان و مال کو وطن پر نثار کر چکے ہیں۔''

3. ''کوئی دن کوئی گھڑی از خود نحس نہیں ہوتی۔ ہمارے اعمال اسے اچھا یا برا بناتے ہیں۔''

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS

VI. درج ذیل انگریزی عبارت کا ترجمہ اُردو زبان میں لکھئے۔

Once there was a King. He was fond of horses. Horse riding was his favourite hobby. He used to buy fine horses at any price. Once a merchant brought several fine horses to the king. The king bought them all. He also gave a large amount of money to the merchant to bring him some more fine horses. After some months, as usual he asked his wise and intellegent minister to make a list of the fools in his kingdom.

When the king began to read the list, he was ferocious to see his name on the top of the list. He began scolding the minister. The minister told him "your majesty please do no lose your temper, you have given a large sum of money to a stranger without making proper enquiries about him. Is it not foolishness ? The king roared "but I have given the amount to buy me some more horses". The minister said "When he brings horses. I will remove your name from the list"

The king relised his mistake and admitted his foolishness.

©KTBS
NOT TO BE REPUBLISHED

عملی کام:

اس ڈرامے کو مناسب موقع پر اسٹیج کیجئے۔

☆☆☆

U4V9Y5

سبق:20

رباعیات

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

رباعی، عربی کے لفظ ''ربع'' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی چار کے ہیں۔ اصطلاح میں رباعی اس نظم کو کہتے ہیں جو چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ رباعی کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے جب کہ تیسرا مصرع قافیہ و ردیف کا پابند نہیں ہوتا۔ رباعی میں عام طور پر اخلاقی، مذہبی، اصلاحی اور فلسفیانہ مضامین باندھے جاتے ہیں۔ رباعی کہنا دریا کو کوزے میں بند کردینے کے برابر ہے۔ ذیل میں اکبرؔ الہ آبادی، فراقؔ گورکھپوری اور عطا کلیانؔوی کی رباعیات پیش کی جارہی ہیں۔

جب یہ دیکھا کہ جہاں میں کوئی میرا نہ رہا
شدّتِ یاس سے میں آپ بھی اپنا نہ رہا

اس کی پرواہ نہ رہی، خوش رہے دنیا مجھ سے
عاقلوں میں مری گنتی ہو یہ سودا نہ رہا

(اکبرؔ الہ آبادی)

کرتے نہیں کچھ تو کام کرنا کیا آئے
جیتے جی جان سے گزر نا کیا آئے

رو رو کے موت مانگنے والوں کو
جینا نہیں آسکا تو مرنا کیا آئے

(فراق گورکھ پوری)

وہ ساز نہ آواز ہے خاموش رہو
راز اپنی جگہ راز ہے خاموش رہو

حق سننے کو تیار نہیں ہے کوئی
ماحول یہ ناساز ہے خاموش رہو

(عطاؔ کلیانوی)

©KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

تخلیق کار:

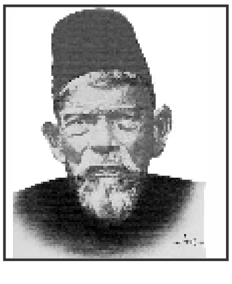

1. اکبرالہ آبادی

نام سید حسین، تخلص اکبرؔ 1846 موضع بارہ ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ 1880ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا اور منصف (Judge) مقرر ہو گئے۔ شعر و سخن کا فطری ذوق

تھا۔ اُن کا سارا کلام پند ونصائح پر مشتمل ہے 1921ء میں وفات پائی۔

2. فراؔق گورکھ پوری:

رگھو پتی سہائے نام فراؔق تخلص، 28/اگست 1896ء میں بمقام گورکھپور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے حاصل کی۔ الہٰ آباد یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ پھر انگریزی میں ایم۔اے کیا اور وہیں انگریزی کے استاد مقرر ہوئے۔ فراؔق بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ رباعیاں بھی لکھی ہیں۔ ان کی رباعیوں میں ہندوستانی تہذیب وثقافت اور ہندو دیو مالائی روایات کا اثر نظر آتا ہے۔

3. عطاؔ کلیانوی:

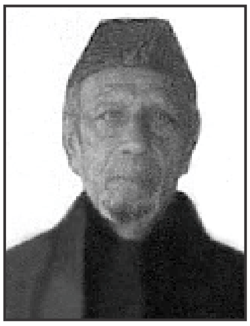

عطاؔ کلیانوی کا اصل نام محمد عطا اللہ اور عرفیت بھیکو میاں تھی۔ آپ کی پیدائش 20/اگست 1905ء کو محمد رحمت اللہ اور سیدہ بی کے گھر کلیانی میں ہوئی۔ عطا کلیانوی کے والد اور پڑ دادا بھی شاعر تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ آپ ابتدا میں اپنے والد سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ آپ کی پہلی شعری تخلیق نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو اخبار ''مدینہ'' بجنور میں شائع ہوئی۔

کرناٹک کے ممتاز شاعر عطا کلیانوی نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ مگر ان کا غالب رجحان رباعی گوئی کی طرف رہا اور ایک ہزار رباعیاں لکھیں۔ اس کے علاوہ غزل، نظم، قطعہ، نعت وغیرہ میں بھی طبع آزمائی کرتے رہے۔ انہوں نے اُردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی شاعری کی۔ انہیں انشاء پردازی سے بھی شغف رہا۔ ان کی رباعیات کا مجموعہ ''وجود وشہود'' کے نام سے اپریل 1973ء میں شائع ہوا۔ عطا صاحب زندگی بھر شعر وادب اور تصوف سے وابستہ رہے۔ 6/مئی 1985 کو انتقال کر گئے۔

@KTBS NOT TO BE REPUBLISHED

الفاظ ومعانی:

شدّت	=	زیادتی
سودا	=	دُھن، لگن، جنون
حق	=	سچائی
یاس	=	نااُمیدی، مایوسی
ساز	=	موسیقی
ناساز	=	خراب، غیر مناسب

I. درجِ ذیل سوالات کے جواب ایک جملے میں لکھیے۔

1. وہ کیا وجہ ہے جس سے اکبرؔ الہ آبادی خود اپنے نہ ہو سکے؟
2. اکبر الہ آبادی کو کس بات کی پرواہ نہ رہی؟
3. اکبر الہ آبادی کو کس بات کا جنون نہ رہا؟
4. کن لوگوں کو جیتے جی جان سے گذرنا نہ آیا؟
5. فراقؔ کے مطابق کچھ نہ کرنے والوں سے کس کام کی اُمید کی جاسکتی ہے۔
6. عطاؔ کلیانوی کے نزدیک ماحول ناساز کیوں ہے؟

II. دو یا تین جملوں میں جواب لکھیے۔

1. فراقؔ کے مطابق کن لوگوں کو مرنے کا بھی شعور نہیں ہے؟
2. عطاؔ گلیانوی خاموش رہنے کی تاکید کیوں کر رہے ہیں؟

II. ان الفاظ کی جمع لکھیے۔

خوشی ۔ موت ۔ حق

III. نیچے لکھی گئی رباعی کے مصرعوں کو ترتیب سے لکھیے۔

راز اپنی جگہ راز ہے خاموش رہو — وہ ساز نہ آواز ہے خاموش رہو

ماحول یہ ناساز ہے خاموش رہو — حق سننے کو تیار نہیں ہے کوئی

☆☆☆

NOT TO BE REPUBLISHED @KTBS